مفت سلسلہ
اشاعت نمبر ۳۲

محفلِ میلاد پر

اعتراضات کا علمی محاسبہ

بزمِ عروجِ اسلام

جامع مسجد فاروقِ اعظم، ایف، بی
ایریا بلاک نمبر ۱۳، کراچی

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

نام کتاب ـــ محفلِ میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

تصنیف ـــ مفتی محمد خان قادری

ناشر ـــ بزمِ عروجِ اسلام

تعداد ـــ ۱۰۰۰

ہدیہ

دعائے خیر

بزمِ عروجِ اسلام کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاھداء

اپنی حقیری کوشش رحمتہ للعالمین ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

☆ جنہیں چار سال تک حضور ﷺ کو اپنی گود میں لینے کا شرف ملا۔

☆ جب تشریف لاتیں تو سرور عالم ﷺ امی امی (میری والدہ تشریف لائیں) کہتے ہوئے استقبال فرماتے۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

محمد خان قادری

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا

اے اللہ !

میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال فساد نیت کا شکار ہیں۔ البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی کی عنایت سے اس قابل (اور لائق التفات) ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقعہ پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و انکساری، محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔ اے اللہ ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے ؟ اس لئے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعے سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی۔

(اخبار الاخیار، ۶۲۴، مطبوعہ کراچی)

محافل میلاد کے آداب

۱۔ تمام تقریبات میں باوضو شرکت کی جائے۔

۲۔ سراپا ادب بن کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر کیا اور سنا جائے۔

۳۔ بھنگڑا اور رقص و سرود جیسے فضول اعمال کے ارتکاب سے بچا جائے۔

۴۔ ہر معاملہ میں اعتدال کی راہ کو اپنایا جائے۔

۵۔ تقریبات میں بدنظمی کے بجائے وقار کا اظہار کیا جائے۔

۶۔ حضور کریم ﷺ کی اتباع میں زندگی گزارنے کا عہد کیا جائے۔

۷۔ محافل اور سجاوٹ کے لیے جبراً چندہ وصول نہ کیا جائے۔

۸۔ روایات موضوعہ ہرگز بیان نہ کی جائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ جب انہیں اللہ کی طرف سے کوئی نعمت اور فضل و کرم نصیب ہو تو اس پر خوشی کا اظہار کیا کریں کیونکہ اصل خوشی اللہ کے فضل کا حصول ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

ترجمہ : اے نبی آگاہ کر دیجئے اللہ کے فضل و رحمت پر ہی خوشی منایا کرو۔ کیونکہ یہ اس شے سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

چونکہ رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل بلکہ ہر فضل کا وسیلہ ہے اس لیے عالم اسلام آپ کی تشریف آوری کے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے محافل سجاتے اور جشن مناتے ہیں۔ مگر کچھ لوگ اس عمل کو اچھا نہیں جانتے اور اس کو بدعت و گمراہی قرار دیتے ہیں۔

جیسے ہی ربیع الاول کی تقریبات شروع ہوتی ہیں ان کی طرف سے مختلف قسم کے اعتراضات تحریر و تقریر کی صورت میں سامنے آتے ہیں جس کی وجہ سے اہل محبت پریشان ہوتے ہیں۔

اس لیے ضروری تھا کہ ان تمام اعتراضات کا جائزہ لیا جائے کہ ان کی حقیقت کیا ہے ؟

اب تک ہمارے سامنے مخالفین کی طرف سے درج ذیل سوالات آئے ہیں :

۱۔ محفل میلاد کا کتاب و سنت اور قرون اولی میں کوئی ثبوت نہیں۔
۲۔ قل بفضل اللہ و برحمتہ سے محفل میلاد پر استدلال درست نہیں۔
۳۔ میلاد النبی کا جشن منانا نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔
۴۔ جب ولادت کا دن ہر سال نہیں لوٹتا تو جشن کیوں ؟
۵۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت مرسل ہے جو حجت نہیں
۶۔ یہ خواب کا واقعہ ہے۔
۷۔ اور یہ خواب کافر کا ہے۔
۸۔ یہ روایت قرآنی نصوص کے خلاف ہے۔

۹۔ حضرت ثوبیہ کی آزادی ہجرت کے بعد ہوئی نہ کہ ولادت کے وقت۔
۱۰۔ کتاب وسنت میں بعثت کا ذکر ہے ولادت کا نہیں۔
۱۱۔ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہے ہی نہیں۔
۱۲۔ بارہ ربیع الاول تو یوم وفات ہے اس پر جشن کے بجائے سوگ منانا چاہیئے۔
۱۳۔ محفل میلاد کا بانی ایک ظالم حکمران ہے۔
۱۴۔ اس پر مواد مہیا کرنے والے عالم نہایت کذاب تھے۔
۱۵۔ یہ جشن صرف برصغیر میں ہی منایا جاتا ہے۔
۱۶۔ محفل میلاد بدعت ہے۔
۱۷۔ اس دن کو عید قرار دینا جائز نہیں۔
۱۸۔ اگر عید ہے تو اضافی عبادت کیوں نہیں۔

ہم نے اللہ تعالی کے فضل و کرم اور نبی اکرم ﷺ کی نظر عنایت سے نہایت ہی اعتدال سے مندرجہ بالا اعتراضات کا تفصیلی جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

قارئین خصوصاً معترضین سے گذارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات پائیں تو ہمیں ضرور مطلع کریں۔

محمد خاں قادری
جامع رحمانیہ شادمان لاہور

حقیقت محفل میلاد

ابتداء یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ مسلمانوں کے ہاں محفل میلاد یا جشن میلاد سے مراد فقط...... حضور سرور دو عالم ﷺ کے ذکر پاک کے لیے اجتماع منعقد کرنا' اس میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ' کمالات و درجات کا بیان' آپ ﷺ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا تذکرہ' ولادت کے موقع پر عجائبات کا تذکرہ' خوشی میں جلوس نکالنا' لوگوں کو شریعت مطہرہ کی تعلیمات سے آگاہ کرنا اور نعت خوانی' صدقہ و خیرات کرنا وغیرہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی حقیقت میلاد کو واضع کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ترجمہ : محفل میلاد کا اصل یہ ہے کہ لوگ اکٹھے ہو کر تلاوت قرآن کریں اور ان احادیث کا بیان کریں اور سنیں جن میں آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ ہے۔ پھر تناول کا حضر ہو۔ یہ اچھے اعمال ہیں ان پر اجر ہے کیونکہ اس میں رسالت ماب ﷺ کی قدر و منزلت' اور آپ کی آمد پر اظہار خوشی ہے۔ **(حسن المقصد فی عمل المولد الحاوی للفتاوی' ۲ : ۱۸۹)**

مولانا شاہ محمد سلامت اللہ "**اشباع الکلام فی اثبات المولد و القیام**" میں رقمطراز ہیں :

ترجمہ : اس عمل خیر کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ربیع الاول یا کسی دوسرے ماہ میں کسی مسلمان کی دعوت پر علماء فضلاء صلحاء' فقراء و اغنیاء ایک مکان میں یا خواص و عوام اطلاع عام پر اکٹھے ہوں اور وہاں ایک عظیم الشان محفل ہو جس میں قرآن کے وہ حصص تلاوت کیے جائیں جن میں حضور علیہ السلام کے فضائل و کمالات کا تذکرہ ہے اسی طرح وہ احادیث صحیحہ سنی سنائی جائیں جن میں آپ کی ولادت با سعادت کا بیان ہے۔ **(الدرا المنظم' ۹۳)**

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے والد گرامی حقیقت میلاد کو واضع کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"تو محفل میلاد کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص یا چند آدمی شریک ہو کر خلوص عقیدت و محبت حضرت رسالت ماب علیہ الصلوۃ والتحیۃ کی ولادت اقدس کی خوشی

ر اس نعمت عظمی اعظم نعم الھیہ کے شکر میں ذکر شریف کے لیے مجلس منعقد کریں ور حالات ولادت با سعادت و رضاعت و کیفیت نزول وحی و حصول مرتبہ رسالت و احوال معراج و ہجرت وار ہاصات و معجزات و اخلاق و عادات آنحضرت ﷺ اور حضور کی بڑائی اور عظمت جو خدا تعالی نے عنایت فرمائی اور حضور کی تعظیم و توقیر کی تاکید اور خاص معاملات و فضائل و کمالات جن سے حضرت احدیت جل جلالہ نے اپنے حبیب ﷺ کو مخصوص اور تمام مخلوق سے ممتاز فرمایا اور اسی قسم کے حالات و واقعات احادیث و آثار صحابہ و کتب معتبرہ سے مجمع میں بیان کئے جائیں۔ اور اثنائے بیان میں کتاب خوان و واعظ درود پڑھتا جائے اور سامعین و حاضرین بھی درود پڑھیں۔ بعد ازاں ماحضر تقسیم کریں۔ یہ سب امور مستحسن و مہذب ہیں اور ان کی خوبی دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے ثابت !

(اذاقتہ الاثام لمانعی عمل المولد و القیام صفحہ ۳۹)

بھنگڑا، رقص اور ڈانس بلکہ ہر وہ عمل جو خلاف شرع ہو، اس کو کوئی جائز نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی شخص ان اعمال کو محفل میلاد کا حصہ تصور کرتا ہے تو اسے غلط فہمی ہے۔ اور اسے علماء کی تصانیف کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اگر بعض جہال ایسا کرتے ہیں تو ان کا محاسبہ ضروری ہے۔ لیکن ان کے اس عمل کی وجہ سے محفل میلاد کو بدعت اور خلاف شرع کہنا صراحتہ زیادتی ہے۔ آج تک کسی عالم نے یہ فتوی نہیں دیا کہ مسجد سے چونکہ جوتے چوری کر لیے جاتے ہیں اس لیے مسجد نہیں ہونی چاہیئے۔ البتہ یہی کہا کہ جوتوں کی حفاظت ہونی چاہیئے اور اس کے لیے انتظام کیا جانا چاہیئے۔

قرآن
اور
محفل میلاد !

قرآن اور محفل میلاد

جب محفل میلاد کا تعین ہوگیا تو آیئے دیکھیں کہ کیا محفل میلاد کا حصہ بننے ہر عمل مثلاً ذکر ولادت نبوی، درود و سلام، آپ کے مقامات عالیہ کا تذکرہ، تشریف آوری

کے وقت انوار و تجلیات الہیہ کی بارش کا بیان' آپ کی صورت و سیرت مبارکہ پر گفتگو' آپ کی صورت میں اللہ تعالی نے اپنی مخلوق پر جو کرم فرمایا اس کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا' اس خوشی میں صدقہ و خیرات کرنا' آپ کی ذات اقدس پر درود و سلام پڑھنا وغیرہ قرآن و سنت اور قرون اولی سے ثابت ہے یاہ نہیں ؟ ان میں سی کوئی عمل لے لیں قرآن و سنت کے دلائل اس پر شاہد عادل ہیں۔ بعض کا تذکرہ درج ذیل ہے :

پہلی محفل میلاد خود باری تعالی نے منعقد فرمائی

قرآن نے بیان کیا ہے کہ اس موضوع پر سب سے پہلا اجتماع خود اللہ تعالی نے منعقد کیا۔ اس کی تفصیلات میں بتایا کہ اس اجتماع میں حاضرین و سامعین تمام انبیاء علیھم السلام تھے۔ اس محفل کا موضوع فضائل و شمائل نبوی ﷺ ہی تھا۔ انبیاء کرام سے آپ کے بارے میں عہد لیا اور اس عہد پر انبیاء کرام کے ساتھ خود اللہ تعالی کی ذات بھی گواہ بنی۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا :

ترجمہ : اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے تمام انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دے کر بھیجوں اس کے بعد تمہارے پاس وہ رسول آجائے جو تم پر نازل شدہ چیز کی تصدیق کرے تو تم نے ان پر ضرور ایمان لانا ہوگا۔ اور ان کا معاون بننا ہوگا۔ فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو سب نے اس کا اقرار کیا۔

(آل عمران' ۸۱)

گویا ذکر مصطفوی ﷺ کے لیے محفل کا انعقاد سنت الہیہ ہے اور سب سے پہلی محفل اللہ تعالی نے منعقد فرمائی یہ کب منعقد ہوئی ؟ اس کی تاریخ معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

رسول ہونے کے باوجود کسی رسول نے رسالت کو کلمہ کا حصہ کیوں نہ بنایا ؟

جب ہم سابقہ انبیاء علیھم السلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی امت کو جو کلمہ پڑھایا اس میں اپنی رسالت کو بطور حصہ شامل

ئیں فرمایا۔ حالانکہ ان میں تقریباً تین سو تیرہ رسول ہیں۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام رسول ہیں مگر ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ نوح نجی اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام رسول ہیں مگر ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ ابراہیم خلیل اللہ، اسی طرح اسمٰعیل علیہ السلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ اسمعیل ذبیح اللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ ہے فقط حضور علیہ السلام کی ذات اقدس ہی وہ ہستی ہے جس نے کلمہ میں اپنی رسالت کو بطور حصہ شامل کیا----لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ----آخر اس میں حکمت کیا ہے ؟ تو اس آیت مبارکہ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے باقی تمام پیغمبروں کو نبی اور اپنے حبیب کو رسول فرمایا ہے۔ انھوں نے اسی ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی رسالت کو کلمہ کا حصہ نہ بنایا۔

حضور علیہ السلام کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا تذکرہ

قرآن مجید نے انسان پر کی گئی مختلف نعمتوں کا متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے اور انہیں بے حد و شمار کہتے ہوئے ارشاد فرمایا :

ترجمہ : اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔
(ابراہیم، ۳۴)

مگر اللہ تعالیٰ نے کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا۔ صرف اس عظیم نعمت پر احسان جتلایا جو اپنے حبیب کی صورت میں ہیں عطا فرمائی۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ترجمہ : یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیج کر مومنوں پر احسان کیا ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی شریعت مبارکہ کو سب سے کامل و اکمل اور اتم قرار دیتے ہوئے فرمایا :

ترجمہ : آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔
(المائدہ، ۳)

یہاں اتممت علیکم نعمتی (میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی) کے الفاظ نہایت ہی قابل توجہ ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا ہے کہ میری

سب سے کامل و تام نعمت صاحب قرآن اور قرآن ہے۔

آپ اللہ کا سب سے بڑا فضل و رحمت ہیں

قرآن نے یہاں آپ کو سب سے بڑی نعمت قرار دیا ہے وہاں آپ کو مخلوق پر اللہ تعالی کا سب سے بڑا فضل و کرم بھی فرمایا ہے :

۱۔ سورہ انبیاء میں مختلف پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو سراپا رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا :

ترجمہ : ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
(الانبیا ۔ ۱۰۷)

آپ کے تمام مخلوق خدا کے لیے رحمت ہونے کا معنی یہ ہے کہ ہر ایک کا وجود آپ کے واسطہ اور سبب سے ہے۔ جب ہر وجود کا سبب ہی آپ کی ذات ہے تو اس سے بڑھ کر فضل و رحمت کیا ہوگا ؟

۲۔ سورہ احزاب میں حضور علیہ السلام کے صفات مبارکہ شاھد، مبشر، نذیر، داعی باذن اللہ اور سراج منیر بیان کر کے فرمایا، اے حبیب۔

ترجمہ : مومنوں کو بشارت دے دو کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

گویا اس میں یہ بھی واضح کیا جا رہا ہے کہ اے لوگو ! اتنی شانوں والا پیغمبر تمہیں عطا کر کے اللہ تعالی نے تم پر اپنا بڑا فضل فرمایا ہے۔

سب سے بڑا فضل کیوں ہیں ؟

قرآن نے یہ بات بھی کھول کر بیان کر دی ہے کہ آپ کی ذات اقدس سب سے بڑا فضل کیوں ہے۔ وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل سب سے بڑھ کر جس ذات پر ہے وہ آپ کی ذات ہے۔ قرآن کریم کی ان آیات میں اسی کا بیان ہے۔

۱۔ سورہ نبی اسرائیل میں فرمایا :

ترجمہ : مگر یہ تیرے رب کی رحمت ہے بلاشبہ اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

۲۔ دوسرے مقام پر آپ پر علمی نوازشات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

ترجمہ : اور اللہ نے آپ کو ہر شے کی تعلیم دی جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا ۔

آپ پر فضل عظیم ہے۔ (النساء۔ ۱۱۳)

۳۔ آپ ہی کی ذات پر سلسلہ نبوت و رسالت تکمیل پذیر ہوا۔ جو مخلوق خدا کے لیے اللہ کا عظیم فضل ہے۔ سورہ احزاب میں فرمایا :

ترجمہ : حضرت محمد ﷺ تم میں سے کسی بالغ مرد کے والد نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے۔ (احزاب۔ ۴۰)

ہر فضل و رحمت اور نعمت کے حصول پر اظہار خوشی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی نعمت اور اس کا فضل و رحمت نصیب ہو تو اس پر خوشی کا اظہار کیا کرو۔ کیونکہ اس کا فضل و رحمت ہر شے سے اعلیٰ و افضل ہے۔

۱۔ سورہ یونس میں ارشاد فرمایا' اے حبیب ﷺ

ترجمہ : آپ ان لوگوں کو آگاہ فرما دیجئے کہ یہ اللہ کے فضل و رحمت سے ہے پس اس پر خوشی مناؤ (کیونکہ) یہ تمام چیزوں سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔ (یونس' ۵۸)

اس حکم ربانی کا ہر ہر لفظ بول رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل میسر آئے تو اس پر خوشی کا اظہار کیا جائے کیونکہ بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑھ کر کوئی شے نہیں۔

سورہ الضحیٰ میں ارشاد ہے :

ترجمہ : اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

۳۔ قرآن نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ وہ ان پر ایک خوان نعمت نازل فرمائے تو وہ اسے عید و خوشی کے طور پر منائیں گے۔ آپ کی دعا کے مبارک کلمات یہ ہیں :

ترجمہ : اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے نعمتوں کا دستر خوان نازل فرما تاکہ وہ

ہمارے لیے عید قرار پائے اور وہ تیری طرف سے نشانی بنے اور تو بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔ (المائدہ، ۱۱۴)

کیا اس احسان کا ذکر و شکر امت مسلمہ پر لازم نہیں ہے ؟ یقیناً لازم ہے اس کی صورت ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت پر اس کی حمد و ثنا کریں اور بھیجے گئے رسول کے درجات و کمالات سے آگاہ ہوں۔ جیسے جیسے لوگ آپ ﷺ کے کمالات و مقامات عالیہ سے آگاہ ہوں گے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر شکر کے جذبات اجاگر ہوں گے کہ ہمیں اس نے اتنا عظیم رسول ﷺ عطا فرمایا۔

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

س : **قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا** سے محفل میلاد بنوی پر استدلال درست نہیں !

ج : اہل علم نے سورہ یونس کی ان آیات مبارکہ سے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری پر اظہار خوشی پر استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

ترجمہ : اے لوگو تحقیق آئی ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور جو کچھ سینوں میں ہے اس کے لیے شفاء اور ہدایت و رحمت مومنین کے لیے اے نبی آگاہ کردو تم اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کا اظہار کیا کرو کیونکہ اس کا فضل ہر اس شے سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔
(یونس، ۱۵۸ ـ ۱۵۷)

ان ارشادات ربانی نے واضح طور پر یہ اصول دے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فضل و رحمت کے حصول پر فرحت و خوشی کے اظہار کا حکم ہے مثلاً قرآن و اسلام بلکہ ہر خیر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر جتنی بھی خوشی کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی ذات تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مہربانی، فضل بلکہ فضل و رحمت کا واسطہ اور سرچشمہ ہے اس لیے آپ کی آمد پر ان تمام سے بڑھ کر مومن کو خوشیاں منانی چاہئیں اور محفل میلاد اجتماعی طور پر اسی خوشی کے اظہار کی

ایک صورت ہے مخالفین محفل میلاد اس استدلال کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں فضل اللہ اور رحمت اللہ سے مراد فقط اسلام اور قرآن ہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس مراد لینا درست نہیں۔

شیخ اسماعیل بن محمد انصاری نے استدلال کا رد ان الفاظ میں کیا ہے۔

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی " **قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا** " سے محفل میلاد پر استدلال اللہ تعالیٰ کے کلام کو ایسے معنیٰ پر محمول کرنا ہے جس پر اسلاف نے محمول نہیں کیا اور یہ ایسے عمل کی طرف دعوت ہے جس کے خلاف عمل رہا اور یہ چیز ہرگز مناسب نہیں۔ (**القول الفصل فی حکم الاحتفال نمبولد خیرالرسل**، ۷۳)

اس پر دلیل کے طور پر امام شاطبی، ابن عبدالهادی اور شیخ محمد بن موصلی کے اقوال سے استدلال کیا کہ اسلاف سے جو آیت کا معنیٰ منقول ہو وہی معتبر ہوگا اس کے علاوہ کی گنجائش نہیں۔

اسلاف سے منقول کونسا معنیٰ ہے ؟ اس بارے میں شیخ ابن قیم کے حوالے سے لکھا۔

ترجمہ : اسلاف کے اقوال اسی کے اندر منحصر ہیں کہ اس آیت میں فضل اللہ اور رحمت سے مراد اسلام اور سنت ہے۔

(القول الفصل ۔ ۷۸)

ہم یہاں مخالفین کے اس رد کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے نزول آیت کے مقصد سے آگاہی ضروری ہے۔

مذکورہ آیت کے نزول کا مقصد

اس آیت کے مقصد نزول کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس کے دو مقاصد سامنے آتے ہیں :

۱۔ سعادات روحانیہ، سعادات جسمانیہ سے افضل ہیں۔

۲۔ لذات روحانیہ پر ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے حوالے سے ان پر خوشی کا اظہار کرنا ضروری ہے۔

شیخ المفسرین امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورہ یونس کی مذکورہ آیات پر بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کر کے دونوں مقاصد بیان کئے اور فرمایا یہ آیات نبوت کے ثبوت پر واضح دلیل ہیں۔ ان کی گفتگو کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ اولیٰ : واضح رہے کہ اثبات نبوت کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اس شخص نے نبوت کا اعلان کیا اور اس کے ہاتھ پر معجزہ کا صدور ہوا لہٰذا یہ اللہ کی طرف سے رسول برحق ہے۔ اس دلیل کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ مبارکہ میں ان الفاظ میں فرمایا :

ترجمہ : اور یہ قرآن ایسی کتاب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا باندھ لیا جائے۔ (تصنیف کرلی جائے) لیکن اس کی تصدیق سامنے ہے اور رب العلمین کی طرف سے اس کتاب کی تفصیل میں کوئی شک نہیں کیا یہ کہتے ہیں ہ خود اس کو گھڑلیا ہے تو فرما دیجئے کہ اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور بلالو جس کو بلاسکتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ (یونس، ۳۷ - ۳۸)

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم یہ پہچانیں کہ اعتقاد حق اور عمل صالح کیا ہے ؟ تو اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ اعتقاد و عمل جو دنیا سے بیزار اور آخرت کی طرف راغب رکھے وہ صالح ہے اور جو اس کی ضد ہوگا وہ غیر صالح اور اس کی نشاندہی کے لیے ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہوگی جو انسان کامل، قوی النفس، مشرق الروح اور بلند شخصیت ہو جو ناقصین مخلوق کو مقام کمال تک پہنچا دے۔ یہی ہستی نبی کی ہوتی ہے۔ جب درجہ نقصان سے درجہ کمال پر پہنچنے والوں کے مختلف درجات ہیں تو یقیناً انبیاء کے درجات بھی مختلف ہوں گے۔

یہ آیات صحت نبوت محمدی ﷺ پر دلیل ہے

جب یہ مقدمہ آشکار ہوگیا تو اب ہم (رازی) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں نبوت محمدی ﷺ کی صحت بطریق معجزہ ثابت فرمائی تھی۔ اور اس آیت نمبر ۵۷ میں آپ کی نبوت کی صحت دوسرے طریقے سے ثابت کی ہے۔

ترجمہ : پس اس آیت (۵۷) میں آپ کی نبوت کی صحت دوسرے طریق پر واضح کی ہے اور یہ طریق حقیقت نبوت کے لیے کاشف اور اس کی ماہیت کی تعریف ہے۔

پہلے استدلال کو مناطقہ برہان انی اور دوسرے کو برہان لمی کہتے ہیں اور دوسرا طریق بلاشبہ پہلے سے اعلیٰ۔ اشرف۔ اکمل اور افضل ہوتا ہے۔

مسئلہ ثانیہ : واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں قرآن کے چار اوصاف بیان کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موعظت' سینوں کے لیے شفا۔ ہدایت اور رحمت اور ظاہر ہے ان میں سے ہر ایک کا مخصوص اور جدا فائدہ ہے یہاں ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جب ارواح کا تعلق اجسام سے ہوجاتا ہے تو ارواح حواس خمسہ کے ذریعے اس عالم دنیوی کی لذات سے متلذز ہوتی ہیں اور ان میں اس کا استغراق عقائد باطلہ اور اخلاق ذمیمہ کا سبب بن جاتا ہے اس کے لیے ایک طبیب حاذق کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ اگر بہتر معالج نہ ملا تو ایسا مریض ختم ہوجائیگا۔

جب یہ تمہید سمجھ میں آگئی تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ طبیب حاذق اور قرآن ان چار ادویات کا مجموعہ ہے جو امراض قلوب کا علاج ہیں۔

طبیب اور مریض کے چار ۴ مراتب

۱۔ طبیب' مریض کو ان اشیاء سے احتراز کا حکم دے جو وجہ مرض ہیں ------ یہ موعظت ہے۔ کیونکہ وعظ نام ہی اسی بات کا ہے کہ ہر اس شے سے منع کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور اور دل کو غیر اللہ سے متعلق کردے۔

۲۔ **الشفا :** ایسی دوا کا استعمال جو باطن سے اخلاط فاسدہ زائل کردے۔ اسی طرح انبیاء پہلے مخلوق کو محظورات سے منع کرتے ہیں تاکہ ان کے ظواہر غلط کاموں سے پاکیزہ ہوجائیں۔ پھر انہیں طہارت باطن کی تلقین کرتے ہیں اور یہ مجاہدہ سے اخلاق ذمیمہ کا ازالہ اور اخلاق حمیدہ کا حصول ہوگا تو جب عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے چھٹکارا حاصل ہوگیا تو یہ نفس کی شفا ہے۔

۳۔ **حصول ہدایت :** یہ مرتبہ دوسرے مرتبہ کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس پر فیض ہی کا محل بننے کے قابل ہے اور اللہ تعالیٰ فیض عطا کرنے والا ہے۔ اب اگر روح عقائد فاسدہ اور اخلاق ذمیمہ میں ملوث ہوجائے تو اس پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ تو جب تک ظلمت قائم رہے گی' نور کا حصول نہیں ہوگا۔ جب عقائد فاسدہ وغیرہ کا ازالہ ہوجائے گا تو عالم قدس کی ضو نفوس قدسیہ میں واقع ہوگی اور یہ ضو

ہدایت ہی ہے۔

۴۔ جب نفس مذکورہ درجات روحہانیہ اور معارج ربانیہ کو حاصل کرلیتا ہے تو وہ اس وقت اس جوہر شمس سے فیض پاتے ہے جو اس تمام عالم کو منور کررہا ہے۔ رحمتہ اللمومنین کے کلمات سے یہی درجہ مراد ہے یہاں مومنین کا ذکر اس لیے ہے کہ معاندین کے ارواح انبیاء کے ارواح کے انوار سے مستفید و مستنیر نہیں ہوسکتے۔

ترجمہ : کیونکہ وہی جسم سورج کی ٹکیہ سے نور پائے گا جس کا چہرہ شمس کے چہرے کے مقابل ہوگا۔ اگر یہ مقابلہ حاصل نہ ہوگا تو اس جس پر شمس کی ضو واقع نہ ہوگی اسی طرح جب تک ہر روح انبیاء کے مطہر ارواح کی بارگاہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتی ان کے انوار سے نفع نہیں پاسکتی اور نہ ہی ان مقدس ارواح کے آثار اس پر ظہور پذیر ہوں گے۔

الغرض موعظت ظواہر خلق کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے۔ یہی شریعت ہے۔ شفاء ارواح کے عقائد فاسدہ اور اخلاق ذمیمہ سے تطہیر کی طرف اشارہ ہے۔ یہی طریقت ہے۔ الھدیٰ نور حق کے قلوب صدیقین پر ظہور کی طرف اشارہ ہے۔ یہی حقیقت ہے اور رحمت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دل کمال و روحانیت کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ وہ ناقصین کی تکمیل کا سبب ہیں۔ یہی نبوت ہے۔

سعادت روحانیہ سعادات جسمانیہ سے افضل ہیں

اللہ تعالی نے اس آیت (۵۷) میں ان اسرار عالیہ الہیہ پر آگاہ کرنے کے بعد فرمایا :

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا۔ اس سے مقصود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ **ان السعادات الروحانیہ افضل من السعادات الجسمانیہ** (روحانی سعادتیں جسمانی سعادتوں سے افضل ہوا کرتیں ہیں)

لذات روحانیہ کو فضل الٰہی سمجھ کر خوشی کی جائے

اس آیت (۵۸) کی مباحث میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب یہ لذات روحانیہ انسان کو حاصل ہوں۔ تو وہ ان پر ان کی ذوات کے اعتبار سے خوش نہ ہو۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ اس حوالے سے خوشی کا اظہار کرے کہ اللہ کی طرف سے ہیں اور یہ

اس کا فضل ہے۔

ترجمہ : یہ وہ بلند و عالی اسرار ہیں جن پر یہ وحی الٰہی کے الفاظ مشتمل ہیں اور ہمارے نزدیک سابقہ گفتگو اسی کا خلاصہ ہے۔ دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ فضل اللہ سے اسلام اور رحمتہ سے قرآن مراد ہے۔ (تفسیر کبیر، جز ۱۷، ۱۱۴ تا ۱۱۸)

چند اہم نکات

شیخ المفسرین امام رازی کی گفتگو سے یہ چند اہم نکات سامنے آتے ہیں :

۱۔ یہ آیات مبارکہ صحت نبوت محمدی ﷺ پر کامل دلیل ہیں۔

۲۔ روحانی سعادتیں جسمانی سعادتوں سے افضل ہوتی ہیں۔

۳۔ ہر روحانی سعادت کو اللہ کی طرف سے سمجھا جائے۔

۴۔ ہر روحانی سعادت کو اللہ کی طرف سے سمجھ کر اس پر خوشی کا اظہار کیا جائے۔

۵۔ محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس طبیب حاذق ہے اور قرآن نسخئہ کیمیا ہے۔

۶۔ یہ نسخہ اسی وقت کارگر ہوسکتا ہے جب اس طبیب حاذق کے ارشاد کے مطابق استعمال کیا جائے گا۔

ہر ذی علم کو دعوت فکر

ان آیات کا مقصد واضح ہونے کے بعد کوئی بھی ذی عل کہہ سکتا ہے کہ ان آیات سے حضور ﷺ کی ذات اقدس اور آپ تشریف آوری مراد لینا اسلاف کی مخالفت ہے۔ جس ذات کی نبوت کو اللہ تعالیٰ ان آیت سے ثابت فرما رہے ہیں اس ذات کو ان کے مفہوم ہی سے خارج کردینا زیادتی و ظلم نہیں تو اور کیا ہے ؟ نسخہ اور ادویات پر خوشی کا اظہار (بصورت جشن نزول قرآن) مانا جائے مگر جو نسسخہ لانے اور تجویز کرنے والے طبیب حاذق ہیں ان ایات سے ان کو مراد لینا بھی پسند نہ کیا جائے۔ کیا یہی ایمان ہے ؟ جب ہر چھوٹی بڑی سعادت پر خوشی کا اظہار ان آیات سے ثابت ہے تو جو ذات سرچشمہ سعادت ہے اس کی ----- خوشی کا حکم یہ آیات کیوں نہیں دیتیں ؟ جب ہر فضل و رحمت پر خوشی کا حکم ہے تو جو فضل کبیبر اور رحت للعالمین ہے اس کی خوشی پر جشن منانے کا ہر طور حکم ہوگا۔

دیگر مفسرین کرام کی تائید

یہاں یہ بات ذہن میں نہ آئے کہ یہ مقصد آیات صرف امام رازی نے ہی بیان کیا ہے۔ بلکہ دیگر مفسرین نے بھی اسی بات کی تائید کی ہے چند ایک کی عبارات درج ذیل ہیں :

۱۔ امام خازن رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اا الفاظ آیت پر گفتگو کے بعد لکھتے ہیں۔

ترجمہ : آیت کا معنی یہ ہے کہ مومنوں کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت "یعنی اللہ نے جو انہیں موعظت، شفاء ایمان اور سکون نفس دیا"۔ پر خوشی کرنی چاہیئے۔ (ہر اس شے سے بہتر ہے جو جمع کرتے ہیں) یعنی دنیوی متاع و سامان اور اس کی فانی لذتیں، اہل معانی کا اس آیت کے بارے میں یہی مذہب ہے اور مفسرین کا مذہب اس کے علاوہ ہے کیونکہ حضرت ابن عباس، حسن اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ فضل اللہ سے مراد اسلام اور قرآن ہے۔ (لباب التاویل، ۲ : ۳۲۰)

۲۔ امام نسفی مقصد آیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ترجمہ : اس کا مقصد خوشی کو فضل و رحمت کے ساتھ مخصوص کرنا ہے نہ کہ فوائد دنیا کے ساتھ۔ (مدارک التنزیل، ۲ : ۳۲۰)

۳۔ قاضی ثناء اللہ مظہری نے بھی یہی الفاظ تحریر کئے ہیں :

ترجمہ : فرحت و خوشی قرآن یا فضل و رحمت کے حصول کے ساتھ مخصوص ہے۔ فوائد دنیا کے ساتھ نہیں۔ (المظہری، ۵ : ۳۵)

مفسرین اور اہل حقیقت کی مراد میں تضاد نہیں

یاد رہے امام رازی اور دیگر مفسرین کی عبارات سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ مفسرین اور اہل معانی کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔ اہل حقیقت نے جنس فضل و رحمت مراد لی ہے اور اہل تفسیر نے اس جنس سے دو اہم افراد اسلام اور قرآن مراد لیے ہیں لہٰذا ان میں کوئی تضاد نہیں۔

الغرض ان تمام اقتباسات نے آشکار کردیا ہے کہ مقصد آیت فوائد روحانیہ پر خوشی کے اظہار کا حکم ہے۔ یعنی اے لوگو فوائد دنیا پر خوشی نہ کرو کیونکہ یہ توفانی اور ختم ہونے والے ہیں بلکہ تم فوائد روحانیہ پر خوشی کرو جو تمہیں دنیا و آخرت ہر جگہ

کام آئینگے۔

صرف ایک نہیں بلکہ گیارہ اقوال ہیں۔

انصاری صاحب کا یہ مغالطہ انگیز بیان بھی قابل گرفت ہے کہ الفاظ قرآن " **فضل اللہ و برحمتہ** " کے بارے میں صرف ایک قول " اسلام اور قرآن " ہی ہے جیسا کہ ابن قیم کے حوالے سے انہوں نے ذکر کیا۔ اگر وہ دیگر تفاسیر کا مطالعہ کرتے تو معلوم ہوتا یہاں تقریباً گیارہ اقوال موجود ہیں۔ بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے ان سے ذات محمدی بھی مرادلی ہے۔ ہم خازن، روح المعانی اور مظہری کے حوالے سے وہ تمام اقوال ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس، حضرت حسن اور حضرت قتادہ کا قول :

فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے مراد قرآن ہے۔

۲۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے۔

فضل اللہ قرآن اور رحمت سے اہل قرآن میں سے ہونا مراد ہے۔

۳۔ حضرت ابن عمر کا قول :

فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے دلوں کا مزین کرنا مراد ہے۔

۴۔ یہ قول بھی ہے :

فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے جنت مراد ہے۔

۵۔ یہ بھی قول ہے :

فضل اللہ سے قرآن اور رحمت سے سنن مراد ہیں۔

(الخازن، ۲ : ۳۲۰)

علامہ آلوسی کہتے ہیں :

۶۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے

فضل و رحمت دونوں سے قرآن مراد

فضل و رحمت سے مراد حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے

۷۔ مشہور محدث ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے :

فضل اللہ سے علم اور رحمت سے مراد محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

۸۔ خطیب بغدادی اور ابن عسا کرنے نقل کیا :

فضل سے نبی اکرم ﷺ اور رحمت سے سیدنا علی مراد ہیں۔ علامہ یہ معنی بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ذات اقدس بلاشبہ رب کریم کی رحمت ہیں مگر،

ترجمہ : سراپا رحمت ہونا حضور علیہ السلام کا وصف مبارک ہے جس کی شہادت اللہ تعالی کا یہ ارشاد گرامی **وما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین** عطا کرتا ہے۔

ملاخطہ کیا آپ نے کہ مفسرین کا ذہن لفظ رحمت سے حضور علیہ السلام ہی کی طرف منتقل ہوتا ہے مگر افسوس ایسے ذہن پر جو اس سے حضور کی ذات کو خارج کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔

ان دونوں اقوال میں تصریح ہے کہ فضل و رحمت سے مراد سرور عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے اور مراد لینے والوں میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس بھی ہیں۔ اب آپ کا یہ کہنا کہ اسلاف میں سے کسی نے یہ مراد ہی نہیں لیا، کہاں تک درست ہے ؟

۹۔ یہ بھی قول ہے :

دونوں سے مراد جنت اور دوزخ سے نجات پانا ہے۔

(روح المعانی پ ۱۱، ۱۴۱)

۱۰۔ فضل اللہ سے ایمان اور رحمت سے جنت مراد ہے۔

۱۱۔ حضرت مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے۔

فضل اللہ سے ایمان اور رحمت سے قرآن مراد ہے۔

(المظہری ۵ : ۳۵۔۳۶)

ان گیارہ اقوال میں کوئی تضاد نہیں بلکہ ہر ایک نے روحانی سعادتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کی رائے

" بلا اختلاف حضور علیہ السلام اللہ تعالی کی سب سے بڑی نعمت اور اس کا کامل

ترین فضل ہیں اس لیے اس آیت مبارکہ سے بدلالتہ النص یہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے کہ یہاں رحمت اور فضل سے مراد حضور ﷺ ہیں جن کی ولادت پر اللہ تعالی خوشی منانے کا حکم دے رہا ہے"۔

آگے چل کر اس پر دیگر قرآنی آیات سے استدلال کرنے کے بعد کہتے ہیں :

"اس مقام پر ہر چند کہ آیت کے سباق پر نظر کرنے کے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے لیکن اگر ایسے معنی عام لیے جائیں کہ قرآن مجید اس کا ایک فرد رہے تو زیادہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ فضل و رحمت سے حضور ﷺ کا قدوم مبارک مراد لیا جائے۔ اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی اور ان میں قرآن بھی ہے سب اس میں داخل ہوجائیں گی۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کا وجود باجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا پس یہ تفسیرا جمع التفاسیر ہوجائے گی۔ پس اس تفسیر کی بناء پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہمیں حق تعالی ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے وجود باجود (وجود نوری ہو یا ولادت ظاہری) اس پر خوش ہونا چاہیئے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ ہمارے لیے تمام نعمتوں کا واسطہ ہیں۔ دوسری تمام نعمتوں کے علاوہ افضل نعمت اور بڑی دولت ایمان ہے جس کا حضور ﷺ سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔

الغرض اصل الاصول تمام فضل و رحمت کی حضور ﷺ کی ذات با برکات ہوئی۔ پس ایسی ذات با برکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرحت ہو کم ہے۔

(مجموعہ خطبات بنام میلاد النبی ﷺ از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۱۲۰۔ ۱۲۱ مطبوعہ جمیلی کتب خانہ لاہور)

یہ ضابطہ ہی نہیں

شیخ انصاری کا یہ کہنا کہ آیت کو جس معنی پر اسلاف نے محمول نہیں کیا اس پر محمول کرنا غلط ہے یہ کوئی ضابطہ نہیں ورنہ دین و شریعت کا معطل ہونا لازم آئے گا۔

بہت سے حوادثات و واقعات اسلاف کے دور میں نہیں تھے۔ ان کا حکم آیات سے کیسے ثابت کیا جائے گا۔

دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ کیا قرآن میں تدبر کا حکم صرف اسلاف کے لیے

ہی تھا ؟ یہ بات کوئی ذی علم نہیں کہہ سکتا۔ قرآن میں تدبر کا حکم تا قیامت اہل علم کے لیے ہے۔ ---------- اگر اسلاف کی بیان کردہ تعبیر پر ہی اکتفا ضروری اور واجب ہے تو پھر تدبر کا کیا معنی ؟

امام قرطبی نے بعض اہل علم کا یہ قول نقل کرکے دلائل کے ساتھ رد کیا ہے :

ترجمہ : بعض اہل علم نے کہا تفسیر سماع پر موقوف ہے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ "اگر تمہارا کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو "۔ یہ قول فاسد ہے کیونکہ جس تفسیر قرآن سے منع کیا گیا اس سے مراد کیا ہے ؟ نقل و سماع پر اکتفاء کرتے ہوئے استنباط کو ترک کردیا جائے یا کوئی اور معنی مراد ہے ؟ پہلی شق اختیار کرنا کہ قرآن کی تفسیر سماع پر ہی موقوف ہے باطل ہے کیونکہ صحابہ نے قرآن کی تفسیر میں اختلاف کیا اور جو کچھ انہوں نے بیان کیا وہ تمام نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں تھا۔ پھر حضور علیہ السلام نے ابن عباس کے لیے یہ دعا کی : اے اللہ اسے دین میں بصیرت دے اور کتاب کی تاویل کا علم دے۔ اگر قرآن کی طرح تاویل و تفسیر کا سماعی معاملہ ہی ہوتا تو اس دعا کے ساتھ انہیں مخصوص کرنے کا کیا فائدہ ؟ اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں۔
(الجامع لاحکام القرآن، ۱ : ۲۶)

بلکہ ضابطہ یہ ہے

بلکہ ضابطہ یہ ہے کہ اسلاف نے جو معنی آیت بیان کیا اس کے مخالف معنی قبول نہیں کیا جائے گا۔ شیخ انصاری نے اپنی تائید میں شیخ محمد بن موصلی کا ذکر کیا ہے اس کے الفاظ بھی ہماری تائید کرتے ہیں۔

ترجمہ : کتاب اللہ کی تفسیریں ایسا قول کرنا جو اسلاف اور ائمہ کی تفسیر کے مخالف
ایک کو یقیناً مستلزم ہوگا یا وہ نیا قول غلط یا سلف کا قول غلط ہوگا اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ہر عاقل اس نئے قول کو ہی غلط کہے گا کیونکہ اسے غلط کہنا اسلاف کو غلط کہنے سے بہتر ہے۔ (القول الفصل، ۷۷)

اسی طرح انصاری صاحب نے الصارم المنکی سے شیخ ابن عبدالهادی کی جو عبارت نقل کی ہے، وہ بھی ان کے لیے مفید نہیں۔

ترجمہ : کسی آیت یا سنت کی ایسی تاویل و معنی کرنا جو عہد سلف میں نہ تھا اور وہ اسے نہ جانتے تھے نہ لوگوں کو بیان کرتے تھے۔ یہ نیا معنی اس بات کو مستلزم ہوگا۔ کہ وہ اس معاملہ میں حق سے جاہل رہے۔ اور اس سے گمراہ رہے اور بعد میں آنے والے لوگوں نے اسے صحیح طور پر پالیا۔ (القول الفصل' ۷۷)

اول تو اسلاف میں سے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول گذر چکا ہے کہ رحمت سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے۔ اگر بالفرض یہ کسی کا قول نہ بھی ہوتا تب بھی حضور کی ذات مراد لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے اسلاف کی بیان کردہ تفسیر کی مخالفت ہرگز لازم نہیں آتی۔ کیونکہ جو اس آیت سے قرآن اور اسلام مراد لے رہا ہے' وہ صاحب قرآن اور صاحب اسلام کو کیسے خارج مانے گا۔ شیخ ابن قیم کو ہی لیجئے انہوں نے "بفضل اللہ و برحمتہ" سے اسلام اور سنت مرادلی ہے۔ اور جو اس پر دلیل ہے ----- کہ ان سے خوشی و فرحت کیسے حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے :

ترجمہ : حیات قلب کے مطابق اسلام اور سنت سے فرحت ہوگی جیسے جیسے ان میں رسوخ ہوگا فرحت زیادہ ہوتی جائے گی پس سنت پر چلنے والا زندہ و منور دل اور بدعتی مردہ اور تاریک دل والا ہوتا ہے۔ (القول الفصل' ۷۸)

وہ ذات جس کی سنت و طریقہ پر چلنے سے فرحت و خوشی نصیب ہوتی ہے خود اس ذات اقدس کے تذکرہ سے فرحت سے خوشی بطریق اولیٰ ہونی چاہیئے۔ بلکہ اسلام اور سنت پر ایمان بعد میں ہے پہلے اس ذات اقدس کا ماننا ضروری ہے اسے مانے بغیر اسلام اور سنت کا کوئی اعتبار نہیں۔

لفظ "قل" کی حکمت

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت قرآنی کی ابتداء لفظ "قل" سے فرمائی ہے تاکہ امت پر واضح رہے کہ یہ اسلام اور قرآن حضور ﷺ کے زریعے اور حوالے سے ہے۔ جیسے ہی تمہیں کسی نعمت اور اللہ کے فضل و کرم کی یاد آئے تو ساتھ یہ احساس بھی اجاگر ہو کہ یہ ہمیں حضور کے واسطہ اور وسیلہ سے حاصل ہوئی ہے۔

تو یہاں آیت نے اسلام اور قرآن پر خوشی کے اظہار کا حکم دیا ہے وہاں یقیناً اس

واسطہ و وسیلہ پر خوشی کے اظہار کا حکم ہوگا۔ اللہ تعالی جانتا تھا کہ کچھ لوگ اس آیت میں قرآن، اسلام اور سنت کو شامل رکھیں گے مگر میرے محبوب کو اس سے خارج کرنے کی کوشش کریں گے اس لیے اس نے لفظ "قل" کا اضافہ فرمایا ہے تاکہ آیت کا پہلا لفظ ہی حضور ﷺ کی طرف متوجہ کردے۔

مخالفت اسلاف کب ہوگی

اس رد کے اختتام سے پہلے یہ بھی جان لیا جائے کہ اس آیت قرآنی کے معنی و تفسیر میں اسلاف کی مخالفت لازم تب آئے گی جب اس کی تفسیر میں اس بات کو شامل کرویا جائے کہ فوائد دنیا کے حصول پر خوشی کا حکم ہے اور یہ بات ہرگز کوئی نہیں کہتا۔ محافل میلاد سراسر ذکر الٰہی و ذکر رسول ﷺ کا اجتماع ہوتی ہیں اور یہ فوائد روحانیہ کا ذریعہ ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص انہیں حصول دنیا کا ذریعہ بناتا ہے، یہ اس کی اپنی بدبختی ہے۔ اس میں محفل میلاد کا کیا قصور ؟

سنت نبوی
اور
محفل میلاد

حضور علیہ السلام کے تین اعمال مبارکہ

ہم اس جگہ حضور اکرم ﷺ کے تین اعمال کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے ہمارے اسلاف نے محفل میلاد کے انعقاد پر استدلال کیا ہے :

پیر کے دن کا روزہ

حضور علیہ السلام ہر پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس روزہ کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا :

ترجمہ : فرمایا یہ دن میری ولادت کا دن ہے اور اس دن اللہ تعالی کا کلام مجھ پر نازل کیا گیا۔

شیخ محمد علوی مالکی مذکورہ حدیث سے محفل میلاد پر استدلال کرتے ہوئے رقمطراز

ہیں کہ آپ کے اس عمل مبارک سے واضح ہے :
ترجمہ : کہ آپ ﷺ نے اپنے یوم میلاد کی عظمت کو ظاہر کیا اور اس میں اپنے اوپر ہونے والی عظیم نعمت اور وجود باجود عطا کرنے پر جس کی وجہ سے ہر موجود کو سعادت نصیب ہوئی اللہ تعالی کا شکر یہ ادا کیا اور وہ روزے کی صورت میں تھا

ترجمہ : اور محفل میلاد بھی یہی ہے اگرچہ صورۃ مختلف مگر معنوی طور پر ایک ہی ہے خواہ وہ روزہ ہو' کھانا کھلانا' مجلس ذکر ہو یا دورد و سلام کی محفل یا نعت خوانی کی صورت ہو۔ (مقدمہ الور دالروی' ۹ ۔ ۱۰)
یعنی ان سب افعال و اعمال کا محرک بنیادی طور پر ایک ہی جذبہ ہے کہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالی کا شکر ادا کیا جائے۔
شیخ ابن رجب حنبلی المتوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جن ایام میں اللہ تعالی کی نعمتوں کا حصول ہو ان میں روزہ رکھنا مستحب ہے اور سب سے بڑی نعمت امت کے لیے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری ہے۔
ترجمہ : اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالی نے بندوں پر جن ایام میں انعامات فرمائے ہیں ان میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اور اس امت پر اللہ تعالی کی سب سے بڑی نعمت سرور عالم ﷺ کی ولادت' لعبثت اور رسالت ہے جیسا کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالی نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ اس نے انھی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا کیونکہ امت کے لیے حضور علیہ السلام کا مبعوث ہونا' آسمان و زمین' شمس و قمر' ہوا' رات دن' بارش اور نباتات وغیرہ کے پیدا ہونے سے بڑی نعمت ہے۔ بلاشبہ یہ نعمتیں تمام اولاد آدم کے لئے ہیں خواہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہوئے ان نعمتوں کی ناشکری کی مگر حضور کی تشریف آوری سے دنیا و آخرت کے تمام مصالح تام ہوئے۔ آپ کے سبب وہ دین مکمل ہوا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا اور جس کا قبول کرنا بندوں کے لیے دنیا و آخرت میں سعادت کا باعث ہے۔ لہٰذا ایسے دنوں میں روزہ رکھنا جن میں یہ نعمتیں اللہ کی طرف سے حاصل ہوئیں نہایت ہی اچھا عمل ہے اور یہ ان اوقات میں

تجدید نعمت پر شکریہ کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی مثال یوم عاشور کا روزہ ہے۔ (لطائف المعارف :۱۸۹)

۲ ۔ آپ ﷺ کا مدینہ طیبہ میں اظہار تشکر کے طور پر جانور ذبح کرنا

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک محفل میلاد کی اصل احادیث میں آپ ﷺ کا یہ عمل ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں جانور ذبح کئے۔ بعض لوگوں نے حضور ﷺ کے اس عمل کو عقیقہ قرار دیا تھا۔ لیکن امام موصوف اس کا رد کرتے ہوئے' رقمطراز ہیں کہ عقیقہ تو آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کر چکے تھے۔

ترجمہ : اور عقیقہ زندگی میں دو بار نہیں کیا جاتا اس لیے آپ ﷺ کے اس عمل کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضور علیہ السلام نے اس بات پر اللہ تعالی کے شکر کا اظہار کیا کہ اس نے آپ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا اور اپنی امت کے لیے اسے مشروع بنانے کے لیے بھی آپ نے یہ عمل فرمایا۔ (حسن المقصد فی عمل المولد' ۱۹۶)

۳ ۔ حضرت موسی پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم کی یاد میں حضور ﷺ کا روزہ

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسالتماب ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

ترجمہ : تو یہود کو آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالی نے موسی اور نبی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

اس پر رسالتماب ﷺ نے فرمایا :

ترجمہ : ہم تم سے موسی کے زیادہ محب ہیں۔ پھر آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے صحابہ سے خاطب ہوکر فرمایا :

ترجمہ : تم ان سے موسی کے زیادہ قریبی ہو پس اس دن تم روزہ رکھو۔

امام المحدثین حافظ ابن حجر سے جب محفل میلاد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس کے جواز پر یہی حدیث بیان فرمائی اور کہا :

ترجمہ : بخاری و مسلم کی مذکورہ روایت میرے نزدیک محفل میلاد کے جواز پر سند کا درجہ رکھتی ہے۔

واقعتہ جب سیدنا موسی علیہ السلام اور ان کی امت پر اللہ تعالی کے احسان کے شکریہ کے طور پر دن منایا جاسکتا ہے جب اس امت پر اللہ تعالی نے وہ عظیم احسان فرمایا جس پر سیدنا موسی علیہ السلام بھی رشک کرتے ہوئے کہتے ہیں "اے اللہ مجھے اس نبی کی امت بنا"۔ تو اس انعام پر شکریہ ادا کرنا کیسے بدعت و گمراہی ہوگا۔ بلکہ جب آپ کے ذات اقدس عظیم ترین نعمت ہے تو امت پر شکریہ بھی اتنا ہی اہم اور احق ہوگا۔ یہی بات حافظ ابن حجر نے ان کلمات میں بیان کی۔

ترجمہ : اس عمل نبوی سے آشکار ہے کہ اس دن جس میں کسی نعمت کا حصول ہو یا کوئی مصیبت ٹلی ہو اللہ تعالی کا شکریہ ادا کیا جائے اور وہ دن جب لوٹ کر آئے گا تو اس میں بھی شکریہ ادا کیا جائے اور شکر الہی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں مثلاً عبادات' سجدہ ریزی' روزہ اور صدقات و تلاوت۔

اس کے بعد وہ توجہ دلاتے ہیں کہ ساری نعمتیں اپنی جگہ مگر۔

ترجمہ : یوم میلاد النبی میں جو عظیم نعمت اللہ کی طرف سے ظہور پذیر ہوئی اس سے بڑھ کر کوئی نعمت ہی نہیں۔ (المورد الروی' ۳۱)

س ۔ میلاد النبی کا جشن منانا یہود و نصارے کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ولادت کے دن کو عید کے طور پر مناتے ہیں۔

ج ۔ سابقہ ارشاد نبوی سے اس اعتراض کا قلع قمع بھی ہوجاتا ہے کیونکہ شریعت سے کا ملا آگاہ صاحب شریعت ہی ہیں ! جب انہوں نے عمل خیر میں مشابہت سے منع نہیں کیا بلکہ ان سے بڑھ کر محبت کا اظہار کرتے ہوئے روزہ رکھنے کا حکم دیا تو

اس اعتراض کی کیا گنجائش ؟ مخالفین کے مطابق تو آپ کو یہ اعلان فرما دینا چاہیئے تھا کہ میری امت اس دن ہرگز روزہ نہ رکھے کیونکہ اس دن عیسائی روزہ رکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ اسلام نے کافر کے ساتھ جس مشابہت سے منع کیا وہ یہ ہے کہ اس کا ہر وہ عقیدہ و عمل جو اسلام کے منافی ہو اس سے احتراز لازمی ہے اگر کسی نے ایسے معاملات میں ان سے مشابہت اختیار کی تو اللہ تعالی کی ناراضگی ہوگی۔ یہی وجہ ہے جو لوگ اسلام کی روح سے آگاہ ہیں انہوں نے فرمایا جب عیسائی اپنے نبی کے یوم میلاد کو عید کے طور پر مناتے ہیں تو اہل اسلام کو اپنے نبی کے یوم میلاد کو اس سے بڑھ چڑھ کر منانا چاہیئے۔ اور یہ کفار کے ساتھ مشابہت نہیں بلکہ شیطانی قوتوں کو زندہ درگور کرنا ہے۔

امام القراء حافظ الحدیث شیخ ابن الجزری کی سنیئے :

ترجمہ : محفل میلاد شیطانی قوتوں کے لیے موت اور اہل ایمان کی زندگی ہے۔ اور جب عیسائی دنیا اپنے نبی کے یوم میلاد کو بڑی عید قرار دیتے ہیں تو اہل اسلام تو اپنے نبی کے یوم میلاد کی تکریم کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

س ۔ نبی کریم ﷺ کی ولادت ایک دفعہ ہوئی اور وہ دن گزر گیا اب ہر سال تو وہ دن لوٹ کر نہیں آتا لہٰذا اسے منانے کی کیا ضرورت ؟

ج ۔ سابقہ روایت میں حضور علیہ السلام کا عمل خود اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ جس دن میں اللہ تعالی نے خصوصی فضل کا اظہار فرمایا ہو وہ دن جب بھی لوٹ کر آئے تو اسے شکریہ کے طور پر منایا جائے۔ یہود نے جب بتایا کہ اس دن اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو برباد کردیا اور ہم بطور شکریہ اسے مناتے ہیں تو آپ نے فرمایا آئندہ ہم بھی روزہ رکھا کریں گے اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دے دیا۔ اگر ہر سال اس دن کو منانا بدعت ہوتا تو آپ سے بڑھ کر آگاہ کون ہے ؟ آپ انہیں منع فرما دیتے، آپ نے تو یہ ضابطہ فراہم کردیا کہ جس دن اللہ تعالی کی کسی نعمت کا حصول ہوا ہو اسے بطور یادگار مناتے ہوئے خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے۔

شیخ محمد علوی مالکی سابقہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ترجمہ : حضور ﷺ ان گزرے ہوئے اوقات کا لحاظ فرماتے جن میں امور دینیہ کا وقوع ہوتا اور جب وہ وقت لوٹ کر دوبارہ آتا تو اس میں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس امر دینی کے پیش نظر اس دن کی تعظیم کرتے کیونکہ وہ دن اس امر دینی کے لیے ظرف بنا تھا اور یہ ضابطہ خود سرور عالم ﷺ نے اپنے عمل و قول کے ذریعہ عنایت فرمایا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (مقدمہ المور دالروی : ۱۰)

پھر اسلام میں جتنے دن منائے جاتے ہیں وہ بطور یادگار کے ہی ہیں۔ مثلاً نزول قرآن کا جشن منایا جاتا ہے تو قرآن ہر دفعہ نازل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جمعہ سیدنا آدم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ عاشوراء کا روزہ، شب قدر، شب برات ------- جب ہر دن اپنے دامن میں رحمتیں لے کر لوٹتا ہے تو سید اولین و آخرین کا یوم ولادت کتنا بابرکت ہوگا ؟

روایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے محفل میلاد پر استدلال

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ----- ابولہب مرگیا۔ ایک سال کے بعد میں نے خواب میں، بہت برے حال میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا :

ترجمہ : تمہاری جدائی کے بعد آرام نہیں پایا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن جب سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے۔

یہ عذاب میں تخفیف کس عمل کی بنیاد پر تھی یہ بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی کی زبانی ملاحظہ ہو۔ تخفیف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ترجمہ : نبی اکرم ﷺ سوموار کے دن دنیا میں تشریف لائے اس نے اس خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کردیا کیونکہ اس نے آپ کی ولادت کی اطلاع دی تھی۔ لہٰذا جب سوموار کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی میں عذاب میں تخفیف فرما دیتا ہے۔

(فتح الباری شرح البخاری، ۹ ـ ۱۴۵)

اس واقعہ سے علماء امت نے اس پر استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ کی

ولادت کی خوشی اگر کافر بھی کرے تو اسے بھی اجر ملتا ہے اور اسے محروم نہیں رکھا جاتا اور اگر کوئی مسلمان کرے تو اسے کیونکہ محروم کیا جائے گا۔ اس پر آپ اپنے بزرگوں کے یہ حوالہ جات پڑھ لیجیئے۔

۱ ۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے صاجزادے مذکورہ واقعہ کے بعد امام ابن جوزی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

ترجمہ : جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی اس کو حضور ﷺ کی ولادت کی رات خوشی کرنے پر یہ جزا دی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ماننے والے مسلمان امتی کا کیا درجہ ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی منائے۔ (مختصر سیرۃ الرسول، ۱۳ مطبوعہ کتبہ علمیہ لاہور)

۲ ۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی استدلال کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :

" جب ابولہب جیسے کافر کے لیے میلاد النبی ﷺ کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کرے اور حسب وسعت آپ ﷺ کی محبت میں خرچ کرے تو کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا "۔

(الحسن النقوی، ۱۔ ۳۴۷)

روایت حضرت عباس
پر
چار اعتراضات

۱ ۔ یہ روایت مرسل ہے

۲ ۔ خواب کا معاملہ ہے

۳ ۔ یہ قرآنی نصوص کے خلاف ہے

۴ ۔ بوقت ولادت حضرت ثویبہ کو آزاد نہیں کیا گیا

محفل میلاد کے جواز پر اس مذکورہ روایت سے استدلال کرنے پر مخالفین کی طرف

سے چار اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں :

۱ - یہ روایت مرسل ہے جو کہ مقبول نہیں۔

۲ - خواب کا معاملہ ہے لہٰذا حجت نہیں۔

۳ - یہ قرآنی نصوص کے خلاف ہے۔

۴ - حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابولہب نے ولادت کے وقت آزاد ہی نہیں کیا۔ بلکہ ہجرت کے بعد آزاد کیا تھا۔

شیخ اسماعیل بن محمد انصاری نے یہ اعتراضات ان الفاظ میں وارد کیے ہیں :

ترجمہ : عروہ سے ابولہب اور اس کی لونڈی ثویبہ کے بارے میں جو روایت ہے اس سے محفل میلاد پر استدلال کو یہ امور مانع ہیں ایک یہ کہ وہ مرسل ہے دوسرا یہ کہ یہ متصل بھی ہو تب بھی حجت نہیں کیونکہ خواب ہے تیسرا یہ کہ اس روایت میں جو مذکور ہے کہ ابولہب نے ثویبہ کو حضور ﷺ کے دودھ پلانے سے پہلے آزاد کردیا تھا یہ ----- اہل سیر کی اس بات کے خلاف ہے کہ ابولہب نے اسے دودھ پلانے کے کافی عرصہ بعد آزاد کیا تھا چوتھا یہ کہ یہ مرسل عروہ جس سے ناصر الدین مشقی اور ابن الجزری نے محفل میلاد پر استدلال کیا ہے۔ ظاہر قرآن کے مخالف ہے۔ (القول الفصل، ۸۴ تا ۸۷)

جواب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ محفل میلاد کے لیے یہ روایت ہمارے نزدیک بنیاد و حجت نہیں۔ اس پر کتاب و سنت سے دلائل اوپر بیان ہوچکے۔ یہ روایت تو بطور تائید لائی جاتی ہے۔

ان اعتراضات پر ترتیب وار گفتگو

آیئے اب ہم ان اعتراضات پر ترتیب وار گفتگو کرتے ہیں۔

۱ - یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں ----- اس کے جواب میں ہم ائمہ کی آراء نقل کردیتے ہیں جس سے از خود فیصلہ ہوجائے گا کہ مرسل روایت مقبول ہے یا نہیں۔

یاد رہے ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین چاروں اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث مرسل مقبول

ہے۔ تین کے ہاں بغیر کسی شرط کے اور امام شافعی کے ہاں اس کی مقبولیت کے شرائط ہیں : حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی ابن جریر کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

ترجمہ : تمام تابعین مرسل کے مقبول ہونے پر متفق ہیں ان میں سے کسی کا انکار منقول نہیں اس کے بعد دو سو سال تک بھی کسی امام نے انکار نہیں کیا۔ (تدریب الراوی' ا : ۱۹۸)

شارح مسلم امام نودی مرسل کے بارے میں رقمطراز ہیں :

ترجمہ : امام مالک' امام ابو حنیفہ' امام احمد اور اکثر فقہاء کے نزدیک مرسل قابل استدلال ہے۔ اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ جب مرسل کی تائید کسی دوسرے ذریعہ سے ہوجائے تو وہ قابل استدلال ہے۔ (مقدمہ مسلم)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی' ائمہ کا مئوقف ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں :

ترجمہ : امام ابو حنیفہ' امام مالک رحمتہ اللہ تعالی علیہما کے نزدیک مرسل ہر حال میں مقبول ہے دلیل یہ ہے کہ ارسال کمال و ثوق و اعتماد کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ گفتگو ثقہ میں ہورہی ہے اور اگر وہ روایت اس ثقہ کے نزدیک صحیح نہ ہوتی تو وہ اسے روایت کرتے ہوئے یہ نہ کہتا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے امام شافعی کے نزدیک اگر کسی اور ذریعہ سے مرسل کی تائید ہوجائے تو مقبول ہوگی اور امام احمد کے دو اقوال ہیں ایک کے مطابق مقبول اور دوسرے کے مطابق توقف۔

(مقدمہ اشعتہ اللمعات)

شیخ جمال الدین قاسمی نے مرسل کے بارے میں تین اقوال ذکر کیے ان میں سے دوسرا قول یہ ہے :

ترجمہ : مرسل ہر حال میں حجت ہے یہ امام مالک امام ابو حنیفہ اور بمطابق روایت نووی امام احمد' ابن قیم اور ابن کثیر کا قول ہے۔ (قواعد التحدیث' ۱۳۴)

ڈاکٹر محمود الطحان استاذ کلیتہ الشریعتہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے تین اقوال ذکر کیے۔ ان میں سے دوسرا اور تیسرا ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

ترجمہ : دوسرا قول یہ ہے کہ مرسل صحیح اور قابل استدلال ہوتی ہے یہ تین ائمہ ابو حنیفہ' مالک اور مشہور قول کے مطابق احمد کا قول ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والا ثقہ

ہو اور ثقہ سے ارسال کرتا ہو۔ دلیل یہ ہے کہ ثقہ تابعی کسی ثقہ سے سنے بغیر کیسے کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا۔

ترجمہ : تیسرا قول یہ ہے کہ مرسل شرائط کے ساتھ مقبول ہوگی۔ یہ امام شافعی اور بعض دوسرے اہل علم کی رائے ہے۔ (**تیسیر مصطلح الحدیث**، ۷۲)

اس عبارت نے یہ بھی واضح کردیا کہ امام احمد بن حنبل کے مرسل کے بارے میں دو اقوال ضرور ہیں۔ مگر مشہور یہی ہے کہ یہ مقبول ہے :

اس کی تائید امام جلال الدین سیوطی کے یہ الفاظ بھی کرتے ہیں :

ترجمہ : امام مالک کا مشہور قول، ابو حنیفہ اور امام احمد کا مشہور قول یہی ہے کہ مرسل روایت صحیح ہوتی ہے۔ (تدریب الراوی، ۱ : ۱۹۸)

رہا اس قول کا معاملہ کہ محدثین اسے قبول نہیں کرتے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ان ائمہ اربعہ سے بڑھ کر کون محدث ہے۔ یہ لوگ محدث بھی ہیں اور مجتہد و فقیہ بھی جن کے رائے بہر طور محدثین پر غالب و فائق ہے۔

باقی محدثین کے بارے میں بھی یہ کہنا کہ وہ مرسل کو کسی حال میں قبول نہیں کرتے محل نظر ہے۔ کیونکہ امام ابو داؤد جو کہ عظیم محدث ہیں فرماتے ہیں۔

ترجمہ : مراسیل سے اکثر اسلاف مثلاً سفیان ثوری، مالک اور اوزاعی جیسے لوگ استدلال کرتے تھے مگر جب امام شافعی تشریف لائے تو انہوں نے مرسل کے بارے میں اختلاف کیا اور امام احمد وغیرہ نے ان کی اتباع کی۔ (رسالہ ابی داؤد الی اہل مکہ صفحہ ۲۴)

اور صحیح بات یہ ہے کہ محدثین کی رائے بھی وہی ہے جو امام شافعی کی ہے۔

مرسل کے بارے میں معتدل رائے

ہم نے یہ تمام اقوال مرسل کا مقام واضح کرنے کے لیے ذکر کردیئے ہیں۔ اگرچہ ہماری رائے ان علماء محققین کے ساتھ ہے جنہوں نے اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر ارسال کرنے والے کے بارے میں معلوم و معروف ہو کہ وہ ثقہ مشہور سے ہی ارسال کرتا ہے تو پھر اس کی روایت مقبول ہوگی ورنہ نہیں۔ اس موضوع پر مستقل کام کرنے والے حافظ صلاح الدین ابو سعید خلیل بن کیکلدی علائی

المتوفی ۷۶۱ رقمطراز ہیں کہ روایت مرسل کے بارے میں دس اقوال ہیں۔ ان میں سے مختار قول کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتے ہیں :

ترجمہ : ساتواں قول یہ ہے کہ ارسال کرنے کی اگر عادت معلوم ہو کہ وہ ثقہ سے ہی ارسال کرتا ہے تو اس کی روایت مقبول ہوگی ورنہ نہیں اور یہی قول مختار ہے۔
(جامع التحصیل، ۴۸)

یہی وجہ ہے کہ مرسل کے خلاف رائے رکھنے والے امام شافعی بھی فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب کی روایت مرسلہ میرے نزدیک مقبول ہے کیونکہ وہ ثقہ سے ہی ارسال کرتے ہیں۔ شیخ قفال مروزی امام شافعی کے حوالے سے فرماتے ہیں :

ترجمہ : ابن مسیب کا ارسال ہمارے نزدیک حجت ہے۔
(جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ۴۶)

۲ ۔ روایت مذکورہ پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ خواب کا معاملہ ہے اور خواب حجت نہیں۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے غیر نبی کا خواب واقعتہ حجت شرعی نہیں ہوتا اور نہ ہی ہم اس روایت کو بطور حجت ذکر کرتے ہیں بلکہ ہم تو بطور تائید اسے لاتے ہیں۔ لیکن یہ کہاں لازم آجاتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔

قرآن نے فی الجملہ غیر مسلم کے خواب کا سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتہ چلنا بیان کیا ہے۔ سورہ یوسف میں ہے کہ قید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی تھے انہیں خواب آیا۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے بیان کیا آپ نے ان کو تعبیر سے آگاہ فرمایا جو واقعتہ سچی ثابت ہوئیں۔ آپ نے ان کے خواب سننے کے بعد انہیں توحید و ایمان کی طرف دعوت دی جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دونوں حالت کفر پر تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خواب آیا جس میں ابولہب نے کہا کہ ثویبہ کی آزادی کی برکت سے سوموار کو میرے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیداری کی حالت میں فرمایا :

ترجمہ : کہ یہ عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوموار کو

پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو ولادت کی خبردی تو اس نے اسے آزاد کردیا۔
(فتح الباری، ۹۔ ۱۱۸)

تو یہ صرف خواب نہیں بلکہ صحابی رسول ترجمان القرآن کا ایک قول ہے جو غیر قیاسی و اجتھادی ہونے کی وجہ سے مرفوع کا درجہ رکھتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ اگر معاذ اللہ یہ غلط قسم کا خواب تھا تو حضرت عباس اسے بیان ہی نہ کرتے اور اگر انہوں نے بیان کر ہی دیا تھا تو دیگر صحابہ و تابعین اس کی تردید کرتے حالانکہ ایسی کوئی بات کتب احادیث میں نہیں بلکہ سبھی نے اسے نقل کر کے اس سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات اس لیے قابل اعتبار نہیں کہ اس وقت وہ حالت کفر میں تھے۔ اس کے جواب میں گذارش یہ ہے کہ اولاً وہ اسلام لا چکے تھے کیونکہ خواب کا واقعہ بدر کے تقریباً دو سال بعد کا ہے۔ اس لیے کہ ابولہب بدر کے ایک سال بعد مرا۔ پھر ایک سال بعد خواب میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات ہوئی۔ حالانکہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر میں شرکت کے لیے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے یہ فرمادیا تھا:

ترجمہ: جو عباس بن عبدالمطلب کو پائے وہ اسے قتل نہ کرے کیونکہ وہ مجبوراً شریک ہوئے ہیں۔ (الکامل فی التاریخ، ۲: ۱۲۸)

اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب جنگ بدر کے قیدیوں سے رہائی پانے کے لیے فدیہ طلب کیا گیا تو حضرت عباس نے کہا میرے پاس تو مال نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا اس مال کے بارے میں بتاؤ جو ام فضل کو دے کر آئے ہو۔ اس پر حضرت عباس نے عرض کیا:

ترجمہ: مجھے قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میرے اور میری بیوی کے سوا اس بات کو کوئی نہیں جانتا تھا اور میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (الکامل، ۲: ۱۲۳)

ثانیاً اگر ان کو حالت کفر پر تسلیم بھی کرلیا جائے تو پھر بھی یہ روایت قابل قبول ہے۔ کیونکہ وقت تحمل اسلام شرط نہیں بلکہ وقت ادا شرط ہے اور جب تابعین نے

آپ سے یہ بات سنی تو اس وقت یقیناً آپ مسلمان تھے۔ محدثین نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے حالت کفر میں حضور علیہ السلام سے بات سنی پھر اس نے اسے حالت اسلام میں بیان کیا خواہ حضور علیہ السلام کا وصال ہوچکا ہو تب بھی وہ مقبول ہے ہاں اگر اس نے ظاہری حیات میں اسلام قبول کرلیا تو صحابی بھی قرار پائے گا ورنہ وہ تابعی ہوگا۔

شیخ احمد محمد شاکر' شرح الفیہ میں لکھتے ہیں :

ترجمہ : وہ شخص جس نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام لانے سے قبل کوئی بات سنی اور پھر آپ کے وصال کے بعد وہ اسلام لایا۔ مثلاً تنوخی ہرقل کا قاصد تو اب وہ اگرچہ تابعی ہے مگر حدیث اس کی متصل ہوگی۔ کیونکہ اعتبار روایت کا ہے یعنی اس نے وہ روایت حضور علیہ السلام سے کی ہے۔ اگرچہ وہ بوقت تحمل مسلمان نہ تھا۔ لیکن بوقت ادا تو مسلمان تھا۔ (شرح الفیہ للسیوطی' ۲۶)

۳ - یہ روایت درج ذیل قرآنی آیات کی منافی ہے :

○ سورۃ البقرہ میں حالت کفر پر فوت ہونے والوں کے بارے میں ہے :

ترجمہ : ان کے عذاب میں نہ تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی ان پر نظر عنایت ہوگی۔

○ دوسرے مقام پر اعمال کفار کے بارے میں فرمایا :

ترجمہ : اور ہم متوجہ ہونگے ان کے اعمال کی طرف اور انہیں گردو غبار بناکر اڑا دیں گے۔

جب قرآن نے واضع کردیا ہے کہ کفار کے اعمال ضائع ہیں ان پر کوئی اجر نہیں اور نہ ہی ان کے عذاب میں تخفیف ہوسکتی ہے تو روایت مذکورہ کس طرح قابل قبول ہوگی کیونکہ اس میں کافر کے لیے دونوں چیزوں کا ثبوت ہے اس کے عمل پر اجر ہے اور اس کے عذاب میں تخفیف بھی ہورہی ہے۔

۱ - قارئین یہاں پہلی بات یہ واضع رہنی چاہیئے کہ محفل میلاد کے تمام مخالفین ابو طالب کے بارے میں مانتے ہیں کہ انہوں نے رسالت مآب ﷺ کی خدمت کی تھی تو ان کے عذاب میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمادی حالانکہ وہ بھی حالت کفر پر ہی

فوت ہوئے تھے مسلم شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا۔
ترجمہ : یا رسول اللہ کیا آپ کی خدمت کے صلہ میں ابوطالب کو کچھ نفع ہوا کیونکہ انہوں نے آپ کی خاطر اپنی ذات پر ظلم سہے۔

تو آپ نے فرمایا :

ترجمہ : ہاں اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔ چونکہ انہوں نے میری خدمت کی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کے صلہ میں اب ان کے عذاب میں اتنی تخفیف کردی ہے کہ ان کے فقط پاؤں کو تکلیف پہنچتی ہے۔
(المسلم' ا- ۱۱۵)

تو جس طرح ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوجانا ان آیات قرآنی کے منافی نہیں اسی طرح اگر ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے تو وہ ان آیات کے کیسے منافی ہے۔ دونوں کفر پر فوت ہونے پر یکساں ہیں۔

۲ ۔ جب اکابر مفسرین اور محدثین نے واضح کردیا ہے کہ اس روایت اور قرآنی آیات میں کوئی ٹکراؤ ہی نہیں ان کے درمیان تطبیق ہے اور عملاً وہ تطبیق بیان بھی کردی تو اب اس کے بعد اعتراض کی کیا گنجائش ؟

آیئے ہم مسلمہ محدثین و محققین کی آراء و عبارات کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں انہوں نے ان تمام اعتراضات کا قلع قمع کرتے ہوئے کہا کہ یہ حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ جو عمل آپ کے حوالے سے ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے کافر پر بھی فضل فرماتا ہے۔

ا ۔ ہم ابتداء حافظ ابن حجر کی تحریر پیش کرتے ہیں جن کے بارے میں انصاری صاحب کا دعوی یہ ہے کہ ان کا قول یہ ہے کہ یہ روایت قرآن کے خلاف ہے۔ موصوف نے ابن حجر کی ابتدائی گفتگو تو نقل کی ہے مگر آگے ان کا تطبیق دینا اور یہ فیصلہ صادر کرنا کہ یہ کافر کی بات نہیں بلکہ یہ حبیب خدا ﷺ کے احترام و اکرم کا معاملہ ہے' نقل نہیں کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے یہ تو انصاری صاحب ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہم اللہ کی توفیق سے حافظ ابن حجر کی مکمل عبارت کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں :

ترجمہ : اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ بعض اوقات آخرت میں کافر کا عمل صالح بھی اسے مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات ظاہر قرآن کے مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : **وقلمنا الی ما عملوا من عمل** اولا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ خبر مرسل ہے کیونکہ عروہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کس نے ان سے بیان کیا اگر اسے متصل تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ خواب کا معاملہ ہے شاید خواب دیکھنے والا اس کے بعد مسلمان ہوا لہٰذا یہ حجت نہیں ثانیاً اگر اسے ہم قبول بھی کرلیں تو اس میں احتمال یہ ہے کہ (یہ ہر کافر کا معاملہ نہیں) بلکہ صرف رسالتماب ﷺ کے ساتھ خاص ہے اس پر قصہ ابوطالب دال ہے جو پہلے گذرا کہ ان پر حضور ﷺ کی خدمت کی وجہ سے تخفیف ہوئی تو وہ جہنم کے نچلے طبقہ سے منتقل ہو کر سب سے اوپر آگئے۔ امام بیہقی نے فرمایا کہ کافر کے بارے جو وارد ہے کہ اس کا عمل خیر باطل ہے اس کا معنی یہ ہے کہ کافر دوزخ سے نجات پاکر جنت میں داخل نہ ہوگا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے اچھے اعمال کی وجہ سے کفر کے علاوہ باقی جرائم کے عذاب میں تخفیف پالے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ کافر کے اعمال اسے نفع نہ دیں گے اور انہیں نعمتیں حاصل نہیں ہونگیں اور نہ عذاب میں تخفیف اگرچہ ان کے عذاب میں تفاوت ہے میں (ابن حجر) کہتا ہوں یہ بات اس احتمال کو رد نہیں کرسکتی جس کا ذکر امام بیہقی نے کیا ہے کہ جو کچھ وارد ہے وہ کفر کے ساتھ متعلق ہے۔ کفر کے علاوہ گناہوں کے عذاب میں تخفیف سے کون مانع ہے ؟ اور امام قرطبی نے فرمایا کہ عذاب میں تخفیف ابولہب کے ساتھ اور ہر اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جس کے بارے میں نص وارد ہے (یعنی ہر کافر کے لیے نہیں) وہاں ابن منیر نے حاشیہ میں لکھا کہ یہاں دو معاملات ہیں ان میں سے ایک محال ہے اور وہ یہ ہے کہ طاعت کافر کا اعتبار اس کے کفر کے ساتھ کیا جائے کیونکہ طاعت کے لیے یہ شرط ہے کہ اس میں قصد صحیح ہو حالانکہ یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرا یہ ہے کہ کافر کو اس کے کسی عمل پر محض بطور فضل الٰہی فائدہ حاصل ہو اسے عقل محال نہیں سمجھتا جب یہ ضابطے واضع ہو گئے تو جاننا چاہیئے کہ اگرچہ ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا (اس کے کفر کی وجہ سے) مقبول طاعت نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس پر تخفیف فرمائی ہو جیسے

کہ اس نے ابوطالب کے معاملے میں فضل فرمایا : ہم عذاب ماننے یا نہ ماننے دونوں میں شریعت کے تابع ہیں (ہماری عقل یہاں نہیں چل سکتی) میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ ابن منیر کی تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ اللہ تعالی یہ فضل مذکور (ابولہب پر عذاب میں تخفیف) اس ذات اقدس کے اکرام میں کی ہے جس کی خاطر کافر سے نیکی صادر ہوئی تھی (یعنی اس میں سرور عالم ﷺ کا اکرام ہے نہ کہ کافر کا) (الباری، ۹ : ۱۱۹)

۲ ۔ امام بدر الدین عینی نے بھی یہی گفتگو کی ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے :
ترجمہ : اس حدیث سے یہ مسئلہ واضح ہورہا ہے کہ بعض اوقات کافر کو بھی اس کے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے جو اہل ایمان کے لیے قربت کا درجہ رکھتے ہیں جیسے کہ ابوطالب کے حق میں --- فرق صرف یہ ہے کہ ابولہب پر ابوطالب سے تخفیف کم ہے اور وہ اس لیے کہ ابوطالب نے آپ ﷺ کی مدد و حفاظت کی اور ابولہب نے عداوت کی تھی۔ (عمدۃ القاری، ۲۰ : ۹۵)

۳ ۔ ہم یہاں محدثین کا مذکورہ روایت سے محفل میلاد پر استدلال کرنا بھی ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ واضح ہوجائے کہ ان کے ہاں یہ روایت قرآنی آیات کے ہرگز منافی نہیں۔اگر ایسا ہوتا تو وہ اسے مسترد کردیتے۔

شیخ القراء حافظ شمس الدین ابن الجزری اپنی تصنیف "عرف التعریف بالمولد الشریف" میں لکھتے ہیں :

ترجمہ : جب وہ دشمن خدا جس کی مذمت میں قرآن کی سورت نازل ہوئی حضور علیہ السلام کی میلاد کی رات خوشی کرنے پر اس کے عذاب میں کمی کردی جاتی ہے تو وہ مسلمان جو آپ سے محبت رکھنے والا ہے میلاد کی خوشی محبت کرے تو وہ کیا مقام پائے گا۔ ؟ خدا کی قسم اللہ تعالی ایسے مسلمان کو اپنے محبوب کریم ﷺ کی خوشی میں جنت عطا فرمائے گا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ۲۳۸)

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی، "مورد الصاری فی مولد الهادی" میں تحریر کرتے ہیں :

ترجمہ : یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ میلاد کی خوشی میں ثویبہ کے آزاد

کرنے پر ابولہب کے عذاب میں اللہ تعالیٰ نے کمی کردی اور اس کے بعد انہوں نے یہ اشعار کہے :

و تبت یداہ فی الجحیم مخلدا یخفف عنہ للسرور باحمد مسرورا و ملت

"جب ابولہب جیسا کافر و مشرک جس کے بارے میں قرآن میں ندمت نازل ہوئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا مستحق قرار دیا گیا کے لیے حضور علیہ السلام کے میلاد پر خوشی کرنے کی بناپر ہر سوموار کو عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے تو کتنا خوش قسمت ہوگا وہ مسلمان جس کی تمام زندگی آپ کی آمد کی خوشیوں میں بسر ہوجائے"۔
(حجتہ اللہ علی العالمین، ۲۳۸)

حافظ ابن قیم بھی تخفیف عذاب کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ترجمہ : جب حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو ثویبہ نے اپنے مالک ابولہب کو خوشخبری دی اور کہا کہ آج رات عبداللہ کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ ابولہب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسے آزاد کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل ضائع نہیں فرمایا اور موت کے بعد اس کے اس انگوٹھے سے اسے پانی دیا جاتا۔ (**تحفتہ المودود باحکام المولود**، ۱۹)

مولانا عبدالحی لکھنوی رقمطراز ہیں :

" جب ابولہب ایسے کافر پر آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ کی ولادت کی خوشی کرے اور اپنی مقدرت کے موافق آپ کی محبت میں خرچ کرے تو کیونکر اعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا"۔
(فتاوی عبدالحی ۲ : ۲۸۲)

۴ ۔ اس روایت پر چوتھا اعتراض یہ ہے کہ یہ کہنا کہ ولادت کے بعد ہی ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کردیا غلط ہے بلکہ اس نے اسے ہجرت کے بعد آزاد کیا تھا جیسا کہ اہل سیر نے بیان کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ثویبہ کی آزادی کے بارے میں اہل سیر کی تین آراء ہیں جس طرح کچھ اہل سیر نے یہ بیان کیا ہے کہ ابولہب نے انہیں ہجرت کے بعد آزاد کیا اسی طرح بعض نے یہ بھی لکھا کہ انہیں ولادت کے

وقت سے بہت پہلے آزاد کردیا تھا لیکن صحیح اور اکثریت کی رائے یہ ہے کہ انہیں ولادت کے وقت آزاد کیا گیا۔ لیجئے اس پر تین اہل سیر کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

۱ ۔ حافظ ابن کثیر حضرت ثویبہ کی آزادی اور اس پر ابولہب کو اجر ملنے کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں : کہ جب ثویبہ نے ولادت کی خبردی۔

ترجمہ : تو ابولہب نے اسے اسی وقت آزاد کردیا جس کی وجہ سے اسے جزا دی گئی۔ (البدایہ، ۲ : ۲۷۳)

۲ ۔ حافظ ابن قیم کی عبارت پہلے آپ نے پڑھی ہے۔ ان کے ان الفاظ پر دوبارہ نظر ڈال لیجئے۔

ترجمہ : جب رسالت مآب ﷺ کی ولادت ہوئی تو ثویبہ نے اپنے مولیٰ ابولہب کو ولادت کی بشارت دی اور کہا کہ آج رات تیرے بھائی عبداللہ کے ہاں بیٹا ہوا ہے تو ابولہب نے خوشی میں اسے آزاد کردیا۔ (تحفہ المودود : ۱۹)

۳ ۔ شیخ نواب صدیق حسن قنوجی کے الفظ بھی سنیئے :

"حضرت کو آٹھ بیبیوں نے دودھ پلایا۔ آپ کی ماں نے تین یا آٹھ یا سات دان۔ پھر ثویبہ اسلمیہ جاریہ ابولہب نے جسے ابولہب نے وقت بشارت ولادت آنحضرت ﷺ کے آزاد کردیا تھا"۔

(الشمامتہ الغبریہ، ۱۳)

دوسری بات یہ ہے کہ جو تحقیق و احتیاط محدثین روایت میں کرتے ہیں وہ اہل سیر کے ہاں نہیں تو جب بخاری اور دیگر کتب احادیث کے مطابق اس کی آزادی ولادت کے وقت ثابت ہے تو اسی کو ترجیح حاصل ہوگی۔

تیسری بات یہ ہے کہ محققین نے اس بات کی تصریح کردی ہے کہ ثویبہ کا ولادت کے وقت ہی آزاد ہونا صحیح ہے۔ اس کے علاوہ دونوں اقوال ضعیف ہیں۔

صاحب سیرت شامیہ شیخ محمد بن یوسف صالحی شامی صاحب الغرر کے حوالے سے لکھتے ہیں :۔

ترجمہ : ثویبہ کی آزادی کے بارے میں اختلاف ہے ایک رائے یہ ہے کہ ولادت نبوی کی بشارت کے وقت اسے آزادی ملی تھی یہی رائے صحیح ہے اور ایک رائے یہ

ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابولہب سے کہا تھا کہ مجھے یہ بیچ دو تاکہ اسے آزاد کردوں تو اس نے انکار کردیا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو پھر ابولہب نے اسے آزاد کردیا لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد' ۱۔ ۴۵۸)

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح المواہب میں تین اقوال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ترجمہ : صحیح یہ ہے کہ جب ثویبہ نے حضور علیہ السلام کی ولادت کی اطلاع دی تو ابولہب نے اسے آزاد کردیا تھا ثویبہ کے کلمات یہ تھے اے ابولہب کیا تجھے علم نہیں کہ آمنہ کے ہاں تیرے بھائی عبداللہ کا بیٹا پیدا ہوا ہے ابولہب نے کہا جاتو آزاد ہے جیسا کہ روض میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ابولہب نے اسے ہجرت کے بعد آزاد کیا۔ امام شامی نے فرمایا یہ قول ضعیف ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ سے ابولہب نے ولادت سے کافی عرصہ پہلے آزاد کردیا تھا۔ (الزرقانی علی المواہب' ۱ : ۱۳۸)

صحابہ کرام ہمیشہ اس عظیم نعمت کا بیان کرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ اپنے حجرہ انور سے باہر تشریف لائے۔ صحابہ کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا :

ترجمہ : آج کیسے بیٹھے ہو؟

انہوں نے عرض کیا

ترجمہ : ہم بیٹھ کر اس رب کریم کی حمد و ذکر کررہے ہیں جس نے فقط اپنے فضل و کرم سے دین اسلام قبول کرنے کی ہدایت عطا فرمائی اور اپنا پیارا حبیب ہمیں عطا فرمایا۔

آپ ﷺ نے ان کے کلمات کو سن کر ارشاد فرمایا :

ترجمہ : تمہارے اس عمل پر اللہ تعالی اپنے فرشتوں پر فخر فرما رہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ بیٹھ کر مختلف انبیاء کے درجات و کمالات کا تذکرہ کررہے تھے۔ ایک نے کہا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے' دوسرے نے حضرت موسی علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور کہا وہ اللہ تعالی کے کلیم

تھے، تیسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ کلمتہ اللہ تھے، ایک نے حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کہا۔ اتنے میں حضور سرور دو عالم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا اور یہ تمام حق ہے۔ اور میرے بارے میں سن لو۔

ترجمہ : میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر فخر نہیں۔ (مشکوۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین)

غور کیا آپ نے یہ محافل میلاد نہیں تو اور کیا ہیں ؟ اگر ایسی محافل جائز نہ ہوتیں تو آپ ﷺ منع فرما دیتے۔ بلکہ آپ ﷺ نے تو ان محافل کی فضیلت بیان فرمائی کہ ان پر اللہ تعالیٰ فخر فرما رہا ہے۔ اور خود بھی اس میں شرکت فرما کر ان کا مقام واضح فرمایا۔

تو جب قرآن و سنت میں آپ ﷺ کی آمد پر خوشی کے اظہار کا حکم ہے تو اب شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے ماحول اور علاقے کے خوشی کے طریقوں، کے مطابق خوشی کا اظہار جائز ہو گا مثلاً جلوس نکالنا، چراغاں کرنا وغیرہ اور ان افعال پر احادیث میں استدلال موجود ہے کیا آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر آسمان کے ستارے آپ ﷺ کے مکان کے قریب نہیں آگئے تھے ؟

حضرت ابوالعاص کی والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں :

ترجمہ : آپ کی ولادت کے موقع پر میں موجود تھی آپ کا گھر نور سے معمور ہو گیا۔ ستارے گھر کے اتنے قریب آگئے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ مجھ پر گر جائیں گے۔

(رواہ البیہقی والطبرانی)

کیا ولادت کے موقعہ پر فرشتوں نے مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر جھنڈے نہیں گاڑے تھے ؟ کیا جلوس کی صورت میں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں فرشتے، انبیاء اور حوران بہشت مبارکباد دینے نہیں آئے تھے ؟ اگر ان چیزوں کو پڑھنا دشوار ہو تو کم از کم کتب سیرت میں وہ منظر ہی پڑھ لیں جو مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کی آمد کے موقع پر اہل مدینہ نے استقبال کرتے ہوئے پیش کیا

تھا۔ کیا وہ خوشی کا اظہار نہیں تھا ؟ کیا وہ جلوس نہیں تھا ؟ کیا اس میں مشعلیں روشن نہیں ہوئیں ؟ کیا اس میں جھنڈے نہیں تھے ؟ کیا اس میں اجتماعی طور پر خوشی کے ترانے نہیں پڑھے گئے ؟ کیا اس میں آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے نعرے نہیں لگے ؟ کیا "یا محمد" "یارسول اللہ" کی آوازوں سے شہر مدینہ کے در و دیوار گونج نہیں اٹھے تھے ؟ ـــ اگر ان تمام چیزوں کا ثبوت موجود ہے اور یقیناً ہے تو پھر آج یہ چیزیں بدعت اور خلاف شرع کیوں ہو گئیں جبکہ بانی شریعت کے سامنے ادا کی گئیں۔ اس کے بعد بھی قرون اولیٰ سے ثبوت کی ضرورت ہے تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

ولادت اور بعثت دونوں ہی اللہ کی نعمتیں ہیں

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ کتاب و سنت میں بعثت کا ذکر ہے ولادت کا نہیں لہٰذا بعثت پر جشن منانا چاہیئے نہ کہ ولادت پر۔ ہماری رائے یہ ہے کہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں لہٰذا ان دونوں پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے بلکہ ولادت، بعثت کا ذریعہ ہے اگر ولادت نہ ہوتی تو بعثت کہاں ؟ رہا یہ معاملہ کہ ولادت کا ذکر ہے یا نہیں ؟ ہم چند آیات و احادیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

قرآن اور آپ کا پاکیزہ پشتوں میں منتقل ہونا

سورہ شعراء میں اللہ رب العزت اپنے حبیب ﷺ سے یوں مخاطب ہے :

ترجمہ : آپ بھروسہ اسی ذات پر کریں جو غالب و رحیم ہے وہ اللہ آپ کو دیکھتا ہے۔ جب آپ قیام کرتے ہیں اور آپ کا ساجدین میں گردش کرنا بھی ملاحظہ کرتا ہے۔ (الشعراء ۲۶ : ۲۱۹ ـ ۲۱۷)

ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ترجمہ : یہاں گردش سے مراد پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ پشتوں کی طرف منتقل ہونا ہے۔ (مسالک الحنفاء، ۴۰)

تفسیر جمل میں ہے کہ آپ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ علیہما السلام تک جن جن پشتوں اور ارحام میں رہے، انہیں اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرما رہا ہے۔

ترجمہ : اے حبیب، حضرت آدم و حوا سے لے کر حضرت عبداللہ اور آمنہ تک جن جن مومن مردوں اور خواتین کے اصلاب اور ارحام میں آپ منتقل ہوتے رہے ان کو آپ کا رب ملاحظہ کر رہا ہے پس آپ کے تمام آباء و اجداد خواہ مرد ہوں یا عورتیں اہل ایمان میں سے ہیں۔ (الجمل، ۳ : ۳۹۶)

صادی علی الجلالین کے الفاظ ملاحظہ کیجئے :

ترجمہ : آیت مذکورہ کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک آپ نے جن جن مؤمنین کے ارحام و پشتوں میں گردش کی اللہ تعالیٰ نے اسے ملاحظہ

فرمایا۔

ملاحظہ کیجئے قرآن نے تو ـــــ آپ کی اس گردش و انتقال کا تذکرہ کیا جو ولادت سے بھی پہلے مختلف ارحام اور پشتوں میں ہوتا رہا۔

اب ولادت کا تذکرہ سنیئے :

قرآن اور مولود کی قسم

قرآن نے ولادت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے مولود ہونے کی قسم کھائی :

ترجمہ : قسم ہے والد کی اور قسم ہے مولود کی۔ (البلد، ۹۰ ـ ۳)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو محترم افراد کی قسم کھائی ہے ـــــ والد اور مولود کی ـــــ والد گرامی سے مراد ہر وہ والد ہے جس کے مبارک صلب میں نور محمدی ﷺ نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی پشت مبارک میں مستقر ہوا اور پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک سے بصورت انسانی ظہور پذیر ہوا۔ اس کے بعد اس مولود کی قسم کھائی جس کی ولادت کی خاطر ساری کائنات کو معرض وجود میں لایا گیا۔

۱ ـ قاضی ثناء اللہ پانی پتی آیت مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں :

ترجمہ : اس آیت میں لفظ "والد" سے مراد یا تو حضرت آدم و ابراہیم علیہم السلام ہیں یا ہر والد مراد ہے اور "**وما ولد**" سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ (المظہری، ۱ : ۲۶۴)

۲ ـ علامہ جار اللہ مخشری سوال و جواب کی صورت میں لکھتے ہیں :

ترجمہ : اگر آپ پوچھیں کہ والد اور ماولد سے کون مراد ہے ؟ تو میں کہوں گا کہ اس سے رسول ﷺ اور آپ کے تمام والدین مراد ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کے شہر کی قسم کھائی جو آپ کا مولد اور آپ کے والد حضرت ابراہیم و اسماعیل کا حرم ہے اس کے بعد ہر اس ذات کی قسم جو آپ کا والد بنا اور آپ کی ذات اقدس کی۔ (آلکشاف، ۴ : ۲۵۵)

۳ ـ امام نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری اکثر مفسرین کی رائے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

ترجمہ : مفسرین کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ والد سے مراد حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام اور ولد سے حضرت محمد ﷺ مراد ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے شہر کی قسم کھائی پھر آپ کے والد اور پھر آپ کی ذات اقدس کی۔ (غرائب القرآن پ ۳۰ : ۹۸)

۴ ۔ علامہ بیضاوی رقم طراز ہیں :

ترجمہ : والد سے مراد حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما الصلوۃ والسلام اور وما ولد سے اولاد یا حضور علیہ السلام مراد ہیں۔

یہاں گردش نور کے بعد آپ کی ولادت کا ذکر ہے اور وہ بھی نہایت ہی احسن اور پیارے انداز میں قسم اٹھا کر کیا ہے۔ ولادت کے بعد بچپن کا تذکرہ بھی قرآن نے کیا۔

قرآن اور حضور ﷺ کا بچپن

سورہ الضحی میں جہاں آپ پر نوازشات الہیہ اور آپ کے مقامات عالیہ کا تذکرہ ہے وہاں ایک احسان یہ بھی گنوایا ہے :

ترجمہ : کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو اس نے ٹھکانہ عطا فرمایا۔ (الضحی، ٦)

آپ یتیم بعثت کے بعد نہیں ہوئے بلکہ ولادت سے پہلے ہوئے تھے۔ کیا قرآن نے آپ کی یتیمی کا تذکرہ اور اس حال میں نوازشات الہیہ کا ذکر کر کے آپ کے بچپن کے احوال کو واضع نہیں کیا۔ اب بعثت سے پہلے کی مبارک زندگی کے بارے میں قرآنی آیت پڑھیے۔

بعثت سے پہلے کی زندگی ــــــ توحید پر سب سے بڑی دلیل

قرآن نے یہ اعلان کیا ہے کہ سب سے پہلے مخاطبین کے سامنے سرور عالم ﷺ نے توحید و رسالت اور اسلام کی حقانیت پر جو دلیل قائم کی وہ آپ کی بعثت سے پہلے کی مبارک زندگی تھی۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ میرے حبیب نے یوں کہا :

ترجمہ : میں نے تمہارے اندر عمر کا بیشتر حصہ بسر کیا ہے کیا تم شعور نہیں رکھتے۔

(یونس' ١٦)

جب میں نے اس معاشرے کی جاہلیت میں رہتے ہوئے کبھی بھی کسی معاملہ میں جھوٹ نہیں بولا تو اب میں اللہ کی توحید کے بارے میں کیسے غلط بیانی کر سکتا ہوں۔

قرآن تو آپ کے بچپن اور لڑکپن کے تمام احوال کو اسلام کی حقانیت پر بطور ثبوت پیش کر رہا ہے لیکن امتی یہ کہہ رہا ہے کہ قرآن میں صرف بعثت کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے کا نہیں۔ اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔

اللہ نے آپ کی تمام عمر کی قسم کھائی

آیئے اب قرآن کا وہ مقام پڑھیے جس میں اللہ تعالیٰ نے بلا تفریق قبل از بعثت و بعد از بعثت آپ کی ساری عمر مبارک کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ : آپ کی تمام عمر کی قسم یقیناً وہ اپنے نشے میں مدہوش تھے۔ (الحجر' ۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے حضور سے بڑھ کر معزز و مکرم کوئی ذات پیدا نہیں کی اور حضور کی عمر کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم' ١ : ٦٣)

اب بتایئے ولادت سے لے کر وصال تک کوئی ایسا لمحہ ہے جو ان الفاظ قرآنی سے خارج ہے۔ جب قرآن نے آپ کے ایک ایک لمحہ کا تذکرہ کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ آپ کی بعثت کو تو قرآن نے اہمیت دی ہے مگر ولادت کو نہیں دی سراسر قرآن پر تہمت ہے جو کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

آپ کی ولادت ١٢ ربیع الاول ہی کو ہے

رہا سوال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ثابت ہی نہیں اس بارے میں علماء کا اختلاف ضرور ہے مگر جمہور کی رائے یہی ہے کہ آپ کی ولادت ١٢ ربیع الاول کو ہی ہے۔

ہم یہاں صحابہ' تابعین' جمہورر مفسرین و محدثین اور مؤرخین کے چند اقوال ذکر کرتے ہیں جن میں انہوں نے بارہ ربیع الاول کو ہی آپ کا یوم ولادت قرار دیا ہے۔

۱ ۔ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس کا قول

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ ھ صحیح اسناد کے ساتھ سید عالم ﷺ کی ولادت کے بارے میں روایت کرتے ہیں :

ترجمہ : حضرت جابر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں بروز سوموار بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

۲ ۔ امام محمد بن اسحاق تابعی کا قول

امام محمد بن اسحاق ۱۵۰ تابعی اور تاریخ اسلام میں پہلے سیرت نگار ہیں۔ وہ آپ کی ولادت مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

ترجمہ : رسالت ماب ﷺ پیر کی رات بارہ ربیع الاول عام الفیل کو اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

۳ ۔ حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ ھ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسالت ماب ﷺ کی ولادت مبارکہ عام الفیل میں بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

ترجمہ : جمہور علماء کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ (السیرۃ النبویہ' ۱ : ۱۹۹)

۴ ۔ ابن سید الناس رقم طراز ہیں :

ترجمہ : ہمارے آقا اور نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بارہ ربیع الاول پیر کی رات کو اس دنیا میں تشریف لائے۔ (عیون الاثر' ۱ : ۳۷)

۵ ۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس بات کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ـــــــ اس بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ربیع الاول کی بارہ تاریخ' بعض کے نزدیک دو اور بعض کے نزدیک آٹھ تھی۔

ترجمہ : بارہ تاریخ والا قول مشہور اور اکثر کا قول ہے اہل مکہ کا عمل بھی اسی پر شاہد ہے کیونکہ وہ اسی بارہ کی رات کو جائے ولادت نبی ﷺ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اور محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ' ۲ : ۱۴)

۶ ۔ مصر کے شہرہ آفاق عالم شیخ محمد ابو زہرہ کہتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے اہل روایت

کی رائے یہی ہے :

ترجمہ : تمام بڑے بڑے محدثین و مؤرخین کی یہی رائے ہے کہ حضور علیہ السلام اس دنیا مین عام الفیل میں بارہ ربیع الاول کو جلوہ افروز ہوئے۔

(خاتم النبیین' ۱ : ۱۱۵)

مفتی محمد شفیع دیو بندی کی رائے

اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دو شنبہ کے دن ہوئی۔ لیکن تاریخ کے تعین میں چار اقوال ہیں۔ مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے یہاں تک کہ ابن' البزار نے اس پر اجماع نقل کیا اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے۔

آگے چل کر اس رائے کے مخالفین کا رد کرتے ہوئے کہا " محمود پاشا مصری نے نویں تاریخ کو جو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے۔ یہ جمہور کے خلاف' بے سند قول ہے۔ اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بنا پر کی جائے۔ (سیرۃ خاتم الانبیاء ﷺ)

جب صحابہ سے لے کر آج تک تمام اہل علم کی رائے یہی ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ بارہ ربیع الاول کو ہوئی تو اب یہ کہنا کہ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ثابت ہی نہیں کتنی دیدہ دلیری ہے۔

ولادت و وصال دونوں باعث خیر ہیں

اب اس سوال پر غور کرتے ہیں۔ " حقیقت میلاد " کے صفحہ ۸ پر تحریر ہے : " لیکن بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت تحقیق بات نہیں۔ البتہ اس روز وفات ہوئی سب کے نزدیک مسلم ہے۔ " جو تاریخ قطعی طور پر تاریخ وفات ہے اس پر جشن منانا تعجب ہے "۔

——— کے جواب میں اتنی ہی بات کہنا کافی ہے کہ اگر تاریخ ولادت کے تعین میں اختلاف ہے تو تاریخ وفات کے تعین میں بھی اختلاف ہے۔

ہم ان کے' لیے مولانا شبلی کا حوالہ نقل کردیتے ہیں جس کے حوالے سے انہوں نے تاریخ ولادت پر استدلال کیا ہے۔ مولانا شبلی نے اس مسئلہ پر تین صفحات لکھے اور

آخر میں لکھا :

"اس لیے وفات نبی (ﷺ) کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ہے"۔ (حاشیہ سیرت النبی، ۲ جلد ۱۷)

ہمیں تو "حقیقت میلاد" کے مصنف کے مطالعہ پر تعجب ہے کہ مختلف فیہ مسئلہ کو متفق علیہ اور قطعی کیسے قرار دے دیا، اور اگر یہ آپ کا یوم وفات ہے، جیسا کہ جمہور کی رائے ہے تو تب بھی محفل میلاد پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ کتاب و سنت نے واضح کردیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت اور وصال دونوں امت کے حق میں باعث خیر ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے۔

ترجمہ : میری ظاہری حیات اور میرا وصال دونوں ہی تمہارے لیے بہتر ہیں۔ (الشفا، ۱۔ ۱۹)

دوسرے مقام پر وصال کے باعث خیر ہونے پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا :

ترجمہ : جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر اپنا خاص کرم کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس امت کے نبی کو وصال عطا کرکے اس امت کے لیے شفاعت کا سامان کردیتا ہے اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اسی نبی کی ظاہری حیات میں ہی اس امت کو عذاب میں گرفتار کرکے ہلاک کردیتا ہے اور اس ہلاکت کے ذریعے اپنی اس نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے۔ (المسلم، ۲۔ ۲۴۹)

حدیث میں مذکورہ لفظ "فرط" کی تشریح ملا علی قاری یوں کرتے ہیں :

ترجمہ : فرط کسی مقام پر آنے والے کی ضروریات ان کی آمد سے پہلے مہیا کرنے والے شخص کو کہا جاتا ہے پھر اپنے بعد آنے والے کی سفارش کرنے والے کے لیے مستعمل ہونے لگا۔ (الشفاء، ۱ : ۳۶)

اس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل و احسان کہ آخرت میں پیش آنے والے معاملات سے پہلے اس کے لیے حضور علیہ السلام کو شفیع بنادیا گیا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا میرا وصال بھی تمہارے لیے رحمت ہے۔

ولادت نعمت عظمیٰ ہے

مذکورہ فرمان نبوی ﷺ نے جب یہ بات واضح کردی کہ آپ ﷺ
کی ولادت اور وصال دونوں امت کے حق میں بہتر اور نعمت ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ
ان دونوں میں عظیم نعمت کونسی ہے ؟ تو واضح و ظاہر ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ
اور تشریف آوری ہی عظیم ہے۔ کیونکہ دوسری نعمت تو اس کے صدقہ میں حاصل
ہوئی۔

امام جلال الدین سیوطی نے بہت ہی خوب بات کہی کہ اسلام نے اپنے ماننے
والوں کو ولادت کے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرنے کے لیے عقیقہ وغیرہ کا حکم دیا ہے مگر
وفات کے موقعہ پر کسی چیز کا حکم نہیں دیا بلکہ نوحہ اور جزع و فزع سے منع کیا۔

ترجمہ : شریعت کا مذکورہ اصول راہنمائی کررہا ہے کہ ربیع الاول میں آپ کی
ولادت پر خوشی ہی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم۔ (الحاوی للفتاوی
۱ : ۱۹۳)

مفتی عنایت احمد کاکوروی حرمین شریفین کے لوگوں کے حوالے سے لکھتے ہیں :
" علماء نے لکھا ہے کہ اس محفل میں ذکر وفات نہ چاہیئے اس لیے کہ یہ محفل واسطے
خوشی میلاد شریف کے منعقد ہوتی ہے ذکر غم جانکاہ اس محفل میں نازیبا ہے۔ حرمین
شریفین میں ہرگز عادت ذکر قصہ وفات کی نہیں ہے"۔

(تواریخ حبیب الہ : ۱۵)

پھر ہم اتنا ہی سوچ لیں کہ سوگ ہم تب منائیں کہ آپ کا فیضان ختم ہوگیا ہو
وہ تو الحمد للہ تاقیامت اور بعد ازقیامت جاری و ساری ہے آج بھی آپ ﷺ
ہی کی نبوت کا دور ہے۔ یہ تمام امت آج بھی آپ ﷺ کی رحمت و شفقت پر
قائم ہے۔ یعنی آپ کا وصال ایسا نہیں کہ امت سے تعلق ختم ہوجائے بلکہ آپ کا
فیضان تاقیامت جاری ہے اور آپ برزخی زندگی میں دنیاوی زندگی سے بڑھ کر حیات
کے مالک ہیں۔ قصور اور کوتاہی ہماری ہے آپ تو آج بھی اسی طرح سنتے اور دیکھتے
ہیں جس طرح ظاہری حیات میں سنتے دیکھتے تھے۔

استاذ المحدثین ملا علی قاری نے آپ ﷺ کے وصال کے بارے میں کیا
ہی خوب کہا۔

ترجمہ : یہاں نہ موت ہے اور نہ وفات بلکہ یہاں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے۔ (شرح الشفا' ا۔ ۳۶)

آپ نے غور فرمایا' ہمارے ائمہ تصریح کررہے ہیں کہ یہاں وفات نہیں بلکہ وصال و انتقال ہے تو جب وفات ہی نہیں تو سوگ کیا ؟

کیا بانی محفل حاکم وقت اور عالم دین' ظالم و کذاب تھے ؟

اب آیئے ـــــ اس سوال کی طرف کہ وہ حاکم وقت اور عالم دین ظالم اور کذاب تھے ـــــ اس سلسلے میں اولین گذارش تو یہ ہے کہ جب محفل میلاد قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو اس کے بعد کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں ـــــ دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے بارے میں جو کچھ معترضین نے تحریر کیا ہے کیا یہ تمام علماء کی متفقہ رائے ہے اگر نہیں تو پھر دیانت داری کا تقاضا یہ تھا کہ ان کے بارے میں دوسری رائے بھی لکھی جاتی تاکہ قارئین کے لیے رائے قائم کرنا آسان ہوجاتا۔ اگر " فتاوے رشیدیہ " اور " تاریخ میلاد " کے ساتھ ساتھ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب " حسن المقصد فی عمل المولد " کا ہی مطالعہ کرلیتے تو بات واضح ہوجاتی۔ ہم ان کے بارے میں تین مسلمہ بزرگوں کی رائے تحریر کردیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ جو چاہے کہیں۔

۱ ۔ حافظ ابن کثیر کے الفاظ ملاحظہ ہوں کہ وہ ایک سخی' عظیم سردار اور بزرگ بادشاہ تھا اور اس کے تمام کام بہت اچھے تھے۔

ترجمہ : بادشاہ مظفر ابو سعید ربیع الاول میں ایک عظیم الشان محفل میلاد منعقد کرتے اور وہ نہایت بہادر جرات مند' دانا اور عادل حاکم تھے۔ (الحاوی للفتاوی' ۱ : ۱۸۹)

۲ ۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہا " حسن المقصد " میں لکھتے ہیں :

ترجمہ : اربل کا حاکم مظفر ابو سعید ان حکمرانوں میں سے ایک ہے جو نہایت ہی صاحب شرافت اور بڑی سخی شخصیت ہیں اور ان کے لیے نہایت ہی اچھے آثار ہیں۔

۳ ۔ " مراۃ الزمان " میں سبط ابن الجوزی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ رقم طراز ہیں کہ

محفل میلاد پر کثرت کے ساتھ خرچ کرنے کے علاوہ مہمان نوازی پر ایک لاکھ دینار خرچ کرتا اور اس میں ہر شعبہ زندگی کے لوگ ہوتے۔

ترجمہ : اسی طرح ہر سال دو لاکھ دینار دے کر فرنگیوں سے اپنے مسلمان قیدی رہا کراتا جن کی کل تعداد ساٹھ ہزار ہے حرمین کی نگہداشت اور حجاج کے لیے پانی مہیا کرنے کے لیے تین ہزار دینار سالانہ۔ یہ ان صدقات کے علاوہ ہے جو وہ مخفی طور پر خرچ کیا کرتا اس کی اہلیہ ربیعہ خاتون بنت ایوب (جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی) بیان کرتی ہے کہ میرے خاوند کی قمیص موٹے کھدر کی ہوتی تھی جس کی قیمت پانچ درہم سے زیادہ نہ تھی ایک بار میں نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ میرے لیے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ و خیرات کردینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے اور لباس پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو خیر باد کہہ دوں۔ (الحاوی للفتاوی، ۱ : ۱۹۰)

اس شخص نے فوت ہوتے وقت وصیت کی کہ مجھے حرمین شریفین میں دفن کیا جائے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص ایسے حاکم کو عیاش اور ظالم کہتا ہے تو اسے اپنی قبر یاد رکھنی چاہیے اور اس دن کا انتظار کرنا چاہیے جب تمام حقائق سامنے آجائیں گے۔ رہا معاملہ شیخ الحافظ ابو الخطاب بن وحیہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تو وہ بھی مسلم فاضل ہیں۔ ان کے بارے میں ابن خلکان لکھتے ہیں

ترجمہ : وہ نہایت ہی جید عالم اور مشاہیر فضلاء میں سے تھے۔

(الحاوی للفتاوی، ۱ : ۱۹۰)

اگر انہوں نے حضور علیہ السلام کے فضاء میلاد پر کتاب لکھی اور حاکم وقت نے ایک ہزار دینار بطور انعام پیش کیا تو اس میں کیا حرج ہے ؟

حضور ﷺ کا خالق و مالک تو آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کے اظہار کی صورت میں ابولہب جیسے کافر کو بھی جزا و انعام سے نوازتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اب میں رعایت دینا ایک ہزار دینار کے برابر ہے یا زائد ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے انعام کے ساتھ اس کی کیا نسب ہوسکتی ہے ؟ اگر اس حاکم نے سنت

الهیہ کی پیروی میں یہ عمل کیا ہے تو اس پر ظلم کا فتوے کیوں ؟ اور تیسری بات یہ ہے کہ کیا محفل میلاد منعقد کرنے والے اور اس پر مواد مہیا کرنے والے صرف یہی حضرات ہیں۔ اگر اس موضوع پر کام کرنے والوں کے اسماء لکھے جائیں تو اس کے لیے الگ دفتر چاہیئے۔ کچھ ائمہ امت اور ان کی اس موضوع پر کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

علماء امت کی محفل میلاد پر چند تصانیف

۱ ۔ حسن المقصد فی عمل المولد ـــــ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ
۲ ۔ جزء فی المولد الشریف ـــــ امام سخاوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ
۳ ۔ المور دالروی فی المولد النبوی ﷺ ـــــ ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ
۴ ۔ مولد النبی ﷺ ـــــ حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ
۵ ۔ المور دالعنی فی المولد النبی ﷺ ـــــ حافظ عراقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ
۶ ۔ جامع الاثار فی مولد النبی المختار ـــــ حافظ ناصر الدین دمشقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ
۷ ۔ عرف التعریف بالمولد الشریف ـــــ امام شمس الدین ابن الجوزی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ
۸ ۔ المیلاد النبوی، شیخ المحدثین امام ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ ھ۔
۹ ۔ موردالصاوی فی مولد الھادی، حافظ شمس الدین دمشقی
۱۰ ۔ الباعث علی انکار البدع والحوادث، امام ابو شامہ المتوفی ۶۶۵ ھ۔
۱۱ ۔ التنویر فی مولد السراج المنیر، امام ابوالخطاب ابن وحیہ
۱۲ ۔ نظم البدیع فی مولد النبی الشفیع، امام یوسف بن اسمٰعیل نبھانی
۱۳ تفل بالمولد النبوی الشریف، شیخ محمد علوی مالکی
۱۴ ۔ مولد النبی، شیخ السید جعفرالبرزنجی
۱۵ ۔ مولد الدیبعی، امام عبدالرحمٰن بن الدیبعی الشیبانی المتوفی ۹۴۴ ھ۔
۱۶ ۔ ماثبت بالسنتہ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی
۱۷ ۔ سمط الدرر فی اخبار مولد خیر البشر، امام علی بن محمد الحبشی

۱۸ ۔ مولد الغرب، شیخ محمد الغرب

۱۹ ۔ مولد المصطفیٰ، الاستاذ خیر الدین وائلی

۲۰ ۔ سبل الھدیٰ والرشاد، محمد بن یوسف صالحی شامی

۲۱ ۔ فیصلہ ہفت مسئلہ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

۲۲ ۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان، شاہ احمد سعید دہلوی ۱۲۷۷

۲۳ ۔ اثبات المولد والقیام، شاہ احمد سعید دہلوی ۱۲۷۷

۲۴ ۔ خیر البیان من المحسنات سعید البیان فی مولد سید الانس والجان، شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر

۲۵ ۔ خیر المورد فی احتفال المولد، شاہ ابو الحسن زید فاروقی

۲۶ ۔ اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام، مولانا سلامت اللہ بدایونی

۲۷ ۔ الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم، مولانا عبدالحق الہ آبادی

۲۸ ۔ انوار ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ، مولانا عبدالسمیع رام پوری

۲۹ ۔ الشمامتہ الغبویہ من خیر مولد البریہ، علامہ محمد صدیق حسن خاں بھوپالی۔

ائمہ امت کے اقوال

ان میں سے بعض بزرگوں کے اقوال بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱ ۔ محدث ابن جوزی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

ترجمہ : اہل مکہ و مدینہ، اہل مصر، یمن، شام اور تمام عالم اسلام شرق تا غرب ہمیشہ سے حضور اکرم ﷺ کی ولادت سعیدہ کے موقعہ پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں ان میں سے سب سے زیادہ اہتمام آپ ﷺ کی ولادت کے تذکرے کا کیا جاتا ہے اور مسلمان ان محافل کے ذریعے اجر عظیم اور بڑی روحانی کامیابی پاتے ہیں۔ (المیلاد النبوی، ۵۸)

۲ ۔ امام نووی کے شیخ امام ابو شامہ

ترجمہ : ہمارے زمانے میں شہر اربل میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن جو صدقات اظہار زینت اور خوشی کیجاتی ہے۔ یہ بدعت حسنہ کے زمرے

میں شامل ہے کیونکہ اس کے ذریعے فقراء کی خدمت کے علاوہ حضور ﷺ کی محبت، جلال اور تعظیم کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بصورت رحمتہ للعلمین جو عظیم نعمت عطا فرمائی اس پر شکریہ بھی ہے۔ (الباعث علی انکار البدع و الحوادث صفحہ ۱۳)

۳ ۔ امام الحافظ سخاوی فرماتے ہیں

ترجمہ : تمام اطراف و اکناف میں اہل اسلام حضور ﷺ کی ولادت بلسعادت کے مہینہ میں خوشی کی بڑی بڑی محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں اس کی راتوں میں جی بھر کر صدقہ اور نیک اعمال میں اضافہ کرتے ہیں۔ خصوصاً آپ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ ان محافل کا موضوع ہوتا ہے۔ (سبل الھدیٰ، ۱ : ۴۳۹)

۴ ۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں

ترجمہ : میرے نزدیک میلاد کے لیے اجتماع تلاوت قرآن، حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات اور ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہونے والی علامات کا تذکرہ ان بدعات حسنہ میں سے ہے جن پر ثواب مترتب ہوتا ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کی تعظیم و محبت اور آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار ہے۔

(حسن المقصد فی عمل المولد فی الحاوی للفتاوی، ۱ : ۱۸۹)

۵ ۔ شارح بخاری امام قسطلانی فرماتے ہیں

ترجمہ : ربیع الاول چونکہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے لہٰذا اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں۔ خصوصاً ان محافل میں آپ کی میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں۔ محفل میلاد کی یہ برکت مجرب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن کے ساتھ گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل و احسان کرے جس نے آپ کے میلاد مبارک کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض ہے۔

(المواہب اللدنیہ' ۱ : ۲۷)

۶ ۔ علامہ ابن تیمیہ کا کہنا ہے

ترجمہ : بعض لوگ جو محفل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں ان کا یا تو مقصد عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے کہ جس طرح وہ حضرت عیسی علیہ السلام کا دن مناتے ہیں یا مقصد فقط رسالت ماب ﷺ کی محبت اور تعظیم ہے اگر دوسری صورت ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے عمل پر ثواب عطا فرمائے گا۔ (اقتضاء الصراط المستقیم' ۲۹۴)

آپ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :

ترجمہ : اگر محفل میلاد کے انعقاد کا مقصد تعظیم رسول اللہ ﷺ ہے تو اس کے کرنے والے کے لیے اجر عظیم ہے۔ جس طرح میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ (اور صاف ظاہر ہے کہ مسلمان ممالک میں محافل میلاد کے انعقاد میں سوائے تعظیم و محبت رسول اللہ ﷺ کے اور مقصد پیش نظر نہیں ہو سکتا۔

(اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۹۷)

۷ ۔ الحافظ ابو زرعہ العراقی فرماتے ہیں

ترجمہ : محفل میلاد کے بارے میں سوال کیا گیا کہ یہ مستحب ہے یا مکروہ ؟ کیا اس کے بارے میں کوئی نص ہے یا کسی ایسے شخص نے کی ہے جس کی اقتداء کی جائے۔ آپ نے فرمایا' کھانا وغیرہ کھلانا تو ہر وقت مستحب ہے۔ اور پھر کیا ہی مقام ہو گا جب اس کے ساتھ ربیع الاول میں آپ کے نور کے ظہور کی خوشی شامل ہو جاتی ہے مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ اسلاف میں سے کسی نے کیا۔ لیکن اس کے پہلے نہ ہونے سے اس کا مکروہ ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ بہت سے کام اسلاف میں نہ ہونے کے باوجود مستحب بلکہ بعض واجب ہوتے ہیں۔ (تشنیف الازان للشیخ محمد بن صدیق صفحہ ۱۳۶)

۸ ۔ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں

ترجمہ : میلاد اور اذکار کی محافل جو ہمارے ہاں منعقد ہوتی ہیں' اکثر خیر پر ہی مشتمل ہیں کیوں کہ ان میں صدقات' ذکر الہی اور آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں

ہدیہ درود و سلام عرض کیا جاتا ہے۔

۹ ۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں

ترجمہ : تمام ممالک کے علماء اور مشائخ محفل میلاد اور اس کے اجتماع کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں کہ کوئی ایک بھی اس کی شرکت سے انکار نہیں کرتا۔ ان کی شرکت سے مقصد اس مبارک محفل کی برکات کا حصول ہوتا ہے۔

(المورد الروی)

۱۰ ۔ امام نصیر الدین المعروف بابن الطباخ فرماتے ہیں

ترجمہ : جب کوئی آدمی شب میلاد اجتماع، صدقہ و خیرات اور خرچ کرے اور ایسی روایات صحیحہ کے تذکرے کا انتظام ہو جو آخرت کی یاد کا سبب بنیں، اور یہ سب کچھ آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ہو، اس کے جواز میں کوئی شبہ ہی نہیں اور ایسا کرنے والا مستحق اجر و ثواب ہوتا ہے جب اس کا ارادہ ہی محبت اور خوشی ہو۔

(سبل الھدے، ۱۔ ۴۴۱)

۱۱ ۔ امام جمال الدین الکتانی فرماتے ہیں

ترجمہ : آپ ﷺ کی ولادت کا دن نہایت ہی معظم، مقدس اور محترم و مبارک ہے۔ آپ ﷺ کا وجود پاک اتباع کرنے والے کے لئے ذریعہ نجات ہے جس نے بھی آپ ﷺ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اس نے اپنے آپ کو عذاب جہنم سے محفوظ کر لیا۔ لہٰذا ایسے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرنا اور حسب توفیق خرچ کرنا نہایت مناسب ہے۔

(سبل الھدے، ۱۔ ۴۴۱)

۱۲ ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

ترجمہ : آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں محفل میلاد کا انعقاد، تمام عالم اسلام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اس کی راتوں میں صدقہ خوشی کا اظہار اور اس موقعہ پر خصوصا آپ کی ولادت پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ مسلمانوں کا

خصوصی معمول ہے۔

(ماثبت من السنۃ صہ ۱۰۲)

۱۳ ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

ترجمہ : مکہ معظمہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام عرض کر رہے ہیں اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہوگئی انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کی ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا یا فقط باطنی آنکھوں سے، بہرحال جو بھی ہو میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کئے گئے ہوتے ہیں۔ اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔

۱۴ ۔ دوسرے مقام پر اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

ترجمہ : میں ہمیشہ ہر سال حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے میلاد کے موقعہ پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا لیکن ایک سال میں کھانے کا انتظام نہ کرسکا۔ ہاں کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کردیئے رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بڑی خوشی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں۔

(الدر الثمین، ۴۰)

۱۵ ۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی فرماتے ہیں

"جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں خلاف شرع کہتے ہیں۔
ن اور تاریخ کے تعین کے بارے میں لکھتے ہیں :
س زمانے میں بطرز مندوب محفل میلاد کی جائے باعث ثواب ہے اور حرمین بھ

شام، یمن اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاول کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور کارِ خیر کرتے ہیں اور قرات اور سماعت میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں۔ اور یہ اعتقاد نہ کرنا چاہئے کہ ربیع الاول میں میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔" (فتاویٰ عبدالحئی ۲: ۲۸۳)

۱۶ ۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں۔ اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہئے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے مضائقہ نہیں کیوں کہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔"

(شمائم امدادیہ ۹۳)

آپ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں۔ اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے۔ اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔ البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں۔" (شمائم امدادیہ ۸۷، ۸۸)

حضرت حاجی صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں اپنا معمول بھی بیان فرماتے ہیں۔

"فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔" (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹)

۱۷ ۔ مفتی محمد مظہر اللہ مجددی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"میلاد خوانی بشرط یہ کہ صحیح روایات کے ساتھ ہو اور بارہویں شریف میں جلوس نکالنا بشرط یہ کہ اس میں کسی فعل ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یہ دونوں جائز ہیں۔ ان کو ناجائز کہنے کے لئے دلیل شرعی ہونی چاہئے۔ مانعین کے پاس اس کی ممانعت کی کیا دلیل ہے۔ یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی اس طور سے میلاد خوانی کی نہ جلوس نکالا مخالفت کی دلیل نہیں بن سکتی کہ کسی جائز امر کو کسی کا نہ کرنا اس کو ناجائز

نہیں کرسکتا۔" (فتاوی مظہری، ۴۳۵، ۴۳۶)

۱۸ ۔ علامہ محمد صدیق حسن خاں بھوپالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"اس میں کیا برائی ہے اگر ہر روز ذکر حضرت نہیں کرسکتے تو ہر اسبوع یا ہر ماہ میں التزام اس کا کرلیں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ سیرت و سمت و دل و ہدی و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کریں۔ پھر ایام ماہ ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں اور ان روایات و اخبار و آثار کو پڑھیں پڑھائیں جو صحیح طور پر ثابت ہیں۔" (الشمامتہ العنبریہ من خیر المولد البریہ، ۵)

۱۹ ۔ مولانا ابو محمد عبدالحق دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"محفل میلاد خصوصا اس پر آشوب زمانہ میں نہایت نیک کام اور باعث ترویج اسلام بین العوام ہے۔ اب جو لوگ اس محفل متبرک میں بعض بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں یہ ان کا قصور ہے۔ اس الزام سے یہ کام برا نہیں ہوسکتا۔ بناء مساجد و مدارس ہو بالاتفاق امر مستحسن ہے اگر اس میں کوئی بدعات کا ارتکاب کرے تو کیا اس سے کوئی اس نفس فعل کو برا کہہ سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ میرے نزدیک جس فریق نے بدعت سیئہ کے معنی یہ لئے کہ قرون ثلثہ کے بعد جو بات پیدا ہوئی وہ بدعت سیئہ ہے اس نے بڑی غلطی کی۔" (تقریظ بر انوار ساطعہ، ۳۰۸)

۲۰ ۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلامیہ میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو مجتمع کرکے مولود شریف پڑھتے ہیں اور کثرت درود کی کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ سو یہ امر موجب برکات عظیم ہے اور سبب ہے ازدیاد محبت کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف نبوی میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں بر مکان ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (تواریخ حبیب الہ ۱۵)

۲۱ ۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ مکتہ المکرمہ

انعقاد مجلس میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے تغنی' باجہ اور کثرت سے روشنی بیہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت ﷺ کیا جاوے اور بعد اس کے طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے اس میں کچھ ہرج نہیں بلکہ اس زمانے میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت ﷺ اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں۔
تو ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں اس وقت میں فرض کفایہ میں ہیں۔ مسلمانوں بھائیوں کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ ایسی مجالس کرنے سے نہ رکیں اور تعین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ حرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علماء محدثین نے جائز رکھا ہے۔ تعجب ہے ان منکروں سے ایسے بڑھے کہ فاکھانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور ان کو ضال مضل بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں ان لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے۔ مثل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی اور ان کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین اور ان کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس اللہ سب کے سب انہی ضال مضل میں داخل ہوئے جاتے ہیں۔ اف ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیار عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر یااللہ ہمیں اور ان کو ہدایت کر اور سیدھے راستہ پر چلا۔ آمین!"۔

(تقریظ بر انوار ساطعہ ۳۱۴' ۳۱۵)

۲۲۔ موصوف شیخ عبدالحق الہ آبادی کی کتاب الدرالمنظم پر تقریظ میں لکھتے ہیں :

"اس رسالہ کو میں نے اول سے آخر تک اچھی طرح سنا۔ اس کا اسلوب عجیب اور طرز غریب بہت ہی پسند آیا۔ اگر اس کی وصف میں کچھ لکھوں تو لوگ اسے مبالغہ پر

محمول کریں گے اس لیے اسے چھوڑ کر دعا پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اسکے مصنف محقق منصف کو اجر جمیل اور ثواب جزیل عطا فرما دے اور اس رسالہ سے منکروں کے تعصب بے جا کو توڑ کے انکو راہ راست پر لادے اور مصنف کے علم اور فیض اور تندرستی میں برکت بخشے۔ اور میرے اساتذہ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے بلکہ بحلف سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہی ہے کہ ع

برین زیستم هم برین بگذرم

اور وہ عقیدہ یہ ہے کہ انعقاد مجلس مولود شریف بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسی تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بیہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت ﷺ سے کیا جاوے اور بعد اوسکے اگر طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے اسمیں کچھ ہرج نہیں بلکہ اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت ﷺ اور انکی دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسرے طرف سے آریہ لوگ جو خدا انکو ہدایت کرے پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچا رہے ہیں ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں اس وقت میں فرض کفایہ ہے۔ میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلسوں کے کرنے سے نہ روکیں۔ اور اقوال بیجا منکروں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز التفات نہ کریں اور تعیین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی ہرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علماء محدثین نے جائز رکھا ہے اور جناب صاحب رسالہ نے اچھی طرح ان امور کو ظاہر کیا ہے اور تعجب ہے کہ ان منکروں سے کہ ایسے بڑھے کہ فاکھانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ صافیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور ان کو ضال مضل بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں ان لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے مثل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی اور اونکے صاحبزادے شاہ ولی

اللہ دہلوی اور اونکے صاحبزادے شاہ رفیع الدین دہلوی اور ان کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحق دہلوی قدس اللہ اسرار ہم سب کے سب انہیں صال مضل میں داخل ہوجاتے ہیں۔ اف ایسی تیزی پر کہ جس کی موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصراور شام اور یمن اور دیار عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر۔ یااللہ ہمیں اور ان کو ہدایت کر اور سیدھے رستہ پر چلا۔ (آمین ثم آمین) اور وہ جو بعض میری طرف نسبت کرتے ہیں کہ عرب کے خوف سے تقیہ کے طور پر سکوت کرتا ہوں اور حق ظاہر نہیں کرتا بالکل جھوٹ ہے اور اونکا قول مغالطہ دہی ہے۔ میں بحلف کہتا ہوں میں نے کبھی حضرت سلطان کے سامنے جو میرے نزدیک خلاف واقع ہو اونکے رعایت یا اونکے وزراء و امراء کی رعایت سے کبھی نہیں کہا بلکہ صاف صاف دونوں دفعہ جب میں بلایا گیا ہوں کہتا رہا ہوں اور کبھی خیال نہیں کیا کہ حضرت سلطان المعظم یا اونکی وزراء امراء ناراض ہوں گے اور میرا جھگڑا اور گفتگو جو عثمان نوری پاشا کہ بڑے پاشا مہیب اور زبردست تھے اور اپنے حکم کی مخالفت کو بدترین امور کا سمجھتے تھے میری گفتگو' سخت جو مجلس عام میں آئی تمام حجاز والی خاص کر حرمین والے بڑے چھوٹے سب کے سب بخوبی جانتے ہیں بلکہ اگر مین تقیہ کرتا تو ان حضرات منکرین کے خوف سے تقیہ کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ جب ان کی ہاتھ سے امام سبکی اور جلال الدین سیوطی اور ابن حجر اور ہزارہا عالم تقوی شعار کام خاص کر ان کے استادوں اور پیرون میں شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ اور ان کے بیٹے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز اور انکے نواسے مولوی محمد اسحق قدس اللہ اسرار ہم نہ چھوٹے تو میں غریب نہ اونکی سلسلہ استادوں میں شامل ہوں اور نہ سلسلہ پیروں میں کس طرح چھوٹوں گا یہ تو ہر طرح سے اور بلکہ تکفیر میں بھی قصور نکریں گے۔ پر میں ان کے ان حرکات سے نہیں ڈرتا اور جو میرے ان اقوال کی تائید اور سند جناب محقق مصنف رسالہ کے سے جابجا تحریر فرمائی ہے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

یہ ہمارے مسلمہ ائمہ ہیں۔ تمام اپنے اپنے وقت کے عظیم فقیہ اور محدث تھے۔ کیا یہ سب ظالم اور کذاب تھے ؟ ـــــ اب اپنا جملہ (آپ نے دیکھا کہ محفل

میلاد کا مواد فراہم کرنے والا شخص کس قدر کذاب اور بے دین ہے) پڑھیں اور غور کریں کہ اس کی زد کس کس پر پڑتی ہے۔

کیا جشن میلاد النبی صرف برصغیر میں منایا جاتا ہے

س : یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جشن میلاد النبی ﷺ بصورت اجتماعات اور جلوس صرف برصغیر ہی میں منایا جاتا ہے اور کسی جگہ خصوصاً حرمین میں نہیں منایا جاتا۔

ج : گذارش یہ ہے کہ اس جشن کا آغاز بھی حرمین شریفین سے ہوا تھا۔ اگر وہاں آج کل نہیں منایا جاتا تو اس کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ کبھی بھی نہ تھا۔ ہم آپ کے سامنے حرمین میں منائے جانے والے جشن میلاد کی چند جھلکیاں پیش کردیتے ہیں۔

تاریخ حرمین خصوصاً تاریخ مکہ پر لکھی جانے والی کتب کے مطالعہ کے بعد اہل حرمین کے درج ذیل معمولات سامنے آتے ہیں :

ا ۔ مولد النبی ﷺ کی زیارت

اہل مکہ کا معمول تھا کہ ولادت کی رات محلّہ نبی ہاشم میں مولد النبی ﷺ (حضور کی جائے ولادت) کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔

امام ابو الحسین محمد بن احمد المعروف بابن جبیر اندلسی المتوفی ۶۱۴ھ اپنے تاریخی سفرنامے میں مولد پاک کے بارے میں لکھتے ہیں :

ترجمہ : مکہ مکرمہ کی زیارات میں سے ایک مولد پاک بھی ہے۔ اس مقام کی مٹی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اس کائنات میں سب سے پہلے محبوب خدا کے جسم اقدس کو مس کیا اور اس میں اس ہستی مبارکہ کی ولادت پاک ہوئی جو تمام امت کے لیے رحمت ہے۔ ماہ ربیع الاول میں خصوصاً آپ کی ولادت کے دن اس مکان کو زیارت کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور لوگ جوق در جوق اس کی زیارت کرتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔ (رحلتہ ابن جبیر : ۹۰)

خود اپنا عمل بیان کرتے ہیں :

ترجمہ : ہم نے مولد پاک میں داخل ہوکر اپنے رخسار اس مقدس مٹی پر رکھ دیئے کیونکہ یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں کائنات کا سب سے مبارک اور طیب بچہ پیدا ہوا ہم نے اس کی زیارت کے ذریعے خوب برکات حاصل کیں۔ (رحلتہ ابن

جبیر : ۱۳۶)

۳ ۔ امام جمال الدین محمد بن جار اللہ الجامع اللطیف میں لکھتے ہیں :

ترجمہ : ہر سال بارہ ربیع الاول کی رات اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ (جو کہ شافعی المذہب ہیں) کی زیر سرپرستی مغرب کی نماز کے بعد لوگ قافلہ در قافلہ مولد پاک کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ (الجامع اللطیف : ۲۰۱)

۴ ۔ شیخ محمد بن علوی الحسنی لکھتے ہیں :

ترجمہ : اہل مکہ کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ مشائخ، اکابر علماء اور معزز شخصیات ہاتھوں میں فانوس اور چراغ لے کر مولد پاک کی زیارت کرنے جاتے ہیں۔ (فی رحاب بیت الحرام : ۲۶۲)

محمد حسین ہیکل مصری نے مولد پاک کی بے حرمتی دیکھ کر لکھا :

ترجمہ : آج خالی میدان نظر آتا ہے بلکہ کبھی اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ بنالیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ جگہ سب سے زیادہ آباد ہوا کرتی تھی۔ جن لوگوں نے وہ منظر دیکھا ہے وہ آج وہابیوں کی اس بے حرمتی پر خون کے آنسو روتے ہیں۔ (فی منزل الوحی : ۲۱۹)

ہر سوموار مولد پاک میں "محفل ذکر" منعقد ہوتی تھی

امام قطب الدین حنفی (متوفی ۹۸۸ء جو کہ مکہ مکرمہ میں علوم و دنیہ کے استاذ تھے) اہل مکہ کے معمولات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل مکہ ہمیشہ ہر سوموار کی رات مولد پاک میں محفل ذکر سجاتے تھے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

ترجمہ : مولد پاک معروف و مشہور جگہ ہے۔ اب تک اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں اہل مکہ وہاں ہر سوموار ذکر کی محفل سجاتے ہیں اور ہر سال بارہ ربیع الاول کی رات اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ (الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام : ۳۵۵)

مولد النبی ﷺ کے پاس محفل میلاد

مولد النبی ﷺ کی زیارت کے ساتھ ساتھ وہاں محفل میلاد بھی منعقد کی جاتی جس میں آپ کی ولادت اور اس موقع پر ظاہر ہونے والی نشانیوں کا بڑی تفصیل

کے ساتھ ذکر کیا جاتا۔

شیخ قطب الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رقمطراز ہیں :

ترجمہ : لوگ جوق در جوق مسجد حرام سے نکل کر سوق اللیل کی طرف جاتے ہیں اور وہاں مولد پاک کے مقام پر اجتماع اور محفل منعقد کرتے ہیں اور اس میں ایک شخص خطاب بھی کرتا ہے۔ (الاعلام باعلام بیت الحرام : ۵۶)

امام ابن ظہیرہ اس جلسۂ عام کی رو داد اور اس کا موضوع سخن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ترجمہ : مولد پاک کی مناسبت سے وہاں خطبہ دیا جاتا ہے۔ پھر عشاء سے پہلے لوگ لوٹ کر مسجد حرام آجاتے ہیں۔ (الجامع اللطیف فی فضل مکہ واھلھا دنباء البیت الشریف : ۲۰۱)

مولد پاک ان مقامات میں سے ہے جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں !

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ ہمارے تمام اسلاف نے تصریح کی ہے کہ مولد پاک ان مقدس مقامات میں سے ہے جن کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ مفتی مکہ شیخ عبدالکریم القطبی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں :

ترجمہ : مولد النبی ﷺ کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ مقام محلہ بنی ہاشم میں مشہور و معروف ہے۔ (اعلام العلماء : ۱۵۴)

میلاد کی خوشی میں کھانا کھلانا

اہل مکہ کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ کی ولادت کی خوشی میں کھانا تقسیم کرتے تھے۔ دوست احباب کی دعوت کرتے، فقراء و مساکین کی خدمت کرتے۔ خصوصاً حرم شریف کے خدام کی خدمت کرتے۔ ہم یہاں عام لوگوں کے عمل کے بجائے قاضی مکہ امام محمد بن محی الدین الطبری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول ذکر کرتے ہیں :

مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ (۷۲۸ھ) میں "ذکر قاضی مکہ و خطیبھا" کے تحت لکھتے ہیں :

ترجمہ : (اس وقت) مکہ کے قاضی جو کہ عالم صالح اور عابد ہیں نجم الدین محمد بن الامام محی الدین الطبری وہ بہت زیادہ صدقہ کرنے والے اور کعبہ شریفہ کا کثرت سے طواف کرنے والے ہیں۔ حج کے مہینوں میں بہت زیادہ کھانا کھلانے والے ہیں اور خصوصاً حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے موقع پر وہ مکہ کے شرفاء، معززین، فقراء اور حرم شریف کے خدام اور مجاورین کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (رحلتہ ابن بطوطہ : ا، ۹۲)

میلاد پاک کی خوشی میں اہل حرمین کا جلوس

اہل حرمین میلاد پاک کی خوشی میں مختلف محافل کے ساتھ چراغاں کرتے اور جلوس نکالتے تھے جس میں علماء، مشائخ اور شہر کی تمام معزز شخصیات کے علاوہ حاکم وقت بھی شرکت کرتے اور صرف اہل مکہ ہی اس میں شریک نہ ہوتے بلکہ دور دراز دیہاتوں سے لوگ آتے حتہ کہ جدہ شہر سے لوگ جلوس میں شرکت کرنے کے لیے آتے تھے۔ اس میں بعض لوگوں کے ہاتھوں میں فانوس ہوتے، بعض کے ہاتھوں میں جھنڈے ہوتے۔ یہ جلوس مسجد حرام سے شروع ہوتا اور سڑکوں اور شاہراہوں سے گزرتا ہوا محلّہ بنی ہاشم میں مولد پاک پر جاتا وہاں جلسہ عام ہوتا اور پھر وہاں سے یہ جلوس مسجد حرام آتا جہاں بادشاہ وقت علماء و مشائخ کی دستار بندی کرتا۔ آخر میں دعاء ہوتی اور بعد ازاں لوگ اپنے گھروں کو رخصت ہوتے۔

اس جلوس کی روداد درج ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو !

شیخ قطب الدین الحنفی بارہ ربیع الاول کو اہل مکہ کا معمول لکھتے ہیں :

ترجمہ : ۱۲ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہوجاتا تھا علاقوں کے علماء، فقہاء، گورنر اور چاروں مسالک کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوجاتے ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل سے گزرتے ہوئے مولد النبی ﷺ (وہ مکان جس میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی) کی زیارت کے لیے جاتے۔ ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمع، فانوس اور مشعلیں ہوتیں۔ (گویا وہ مشعل بردار جلوس ہوتا)۔ وہاں لوگوں کا اتنا کثیر اجتماع ہوتا کہ جگہ نہ ملتی پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتے تمام مسلمانوں کے لیے دعاء ہوتی پھر تمام لوگ دوبارہ مسجد

حرام میں آجاتے۔ واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت ایسی محفل کے انتظام کرنے والوں کی
دستار بندی کرتا۔ پھر عشاء کی اذان اور جماعت ہوتی۔ اس کے بعد لوگ اپنے اپنے
گھروں کو چلے جاتے۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہرون حتی کہ جدہ
کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا
اظہار کرتے تھے۔ (الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام، ۱۹۶)

جمال الدین محمد بن جار اللہ بن ظہیرہ رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ رقم طراز ہیں

ترجمہ : ہر سال مکہ شریف میں ۱۲ ربیع الاول کی رات کو (اہل مکہ کا) یہ معمول
ہے کہ قاضی مکہ جو کہ شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے
ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مسالک فقہ کے
ائمہ، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں مین فانوس اور بڑی بڑی
شمعین ہوتی ہیں۔ وہاں جاکر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ ہوتا ہے۔ اور پھر بادشاہ
وقت امیر مکہ اور قاضی شافعی (منتظم ہونے کی وجہ سے) کے لیے دعا کی جاتی ہے۔
اور یہ اجتماع عشاء تک جاری رہتا ہے۔ اور عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں
آجاتے ہیں۔ مقام ابراہیم علیہ السلام پر اکٹھے ہوکر دعا کرتے ہیں اس میں بھی تمام
قاضی اور فقہاء شریک ہوتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ اور پھر الوداع
ہوجاتے ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا
تھا اور بہت سے ہم عصر مؤرخین سے پوچھنے کے باوجود اس کا علم نہیں ہوسکا۔ (
الجامع اللطیف فی فضل مکتہ واہلھا وبناء البیت الشریف بحوالہ القول الفصل، ۱۴۵، ۱۴۶
)

اکیس توپوں کی سلامی

۱۹۱۷ء کو مکتہ المکرمہ میں یوم میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر اہل مکہ نے جو
جشن منایا محافل کیں اور جلوس نکالا اس کی روداد مکہ معظمہ کے اخبار القبلہ میں
ان الفاظ کے ساتھ شائع ہوئی :
"گیارہویں ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے درو دیوار عین اس وقت توپوں کی صدائے باز
گشت سے گونج اٹھے جب کہ حرم شریف کے مؤذن نے نماز عصر کے لیے اللہ اکبر،

اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی ﷺ پر مبارکباد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے مصلے حنفی پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسب دستور شریف صاحب کو عید میلاد کی مبارکباد دی۔ پھر تمام وزراء اور ارکان سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیان شہر بھی شامل تھے، نبی کریم ﷺ کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوئے ــــــ یہ شاندار مجمع نہایت انتظام و احتشام کے ساتھ مولد النبی کی طرف روانہ ہوا۔ قصر سلطنت سے مولد النبی تک راستے میں دو رویہ اعلیٰ درجہ کی روشنی کا انتظام تھا۔ اور خاص کر مولد النبی ﷺ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشک جنت بنا ہوا تھا۔ زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مؤدب کھڑا ہوگیا۔ اور ایک شخص نے نہایت مؤثر طریقے سے سیرت احمد ﷺ بیان کی۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیر خارجہ نے ایک برجستہ تقریر کی ــــــ آخر میں قابل مقرر نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کو سن کر سامعین نہایت محظوظ ہوئے۔ عید میلاد کی خوشی میں تمام دفاتر، کچہریاں اور مدارس بھی بارہویں ربیع الاول کو ایک دن کے لیے بند کردیئے گئے اور اس طرح یہ خوشی اور سرور کا دن ختم ہوگیا۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اسی سرور اور مسرت کے ساتھ پھر یہ دن دکھائے۔ آمین!

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

دو بجے رات تک نعت خوانی

اسی تمام کارروائی کو ماہنامہ "طریقت" لاہور جنوری ۱۹۱۷ء نے ان الفاظ میں شائع کیا:

"روز پیدائش آنحضرت (ﷺ) مکہ میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ اس کو یوم ولادت رسول اللہ کہتے ہیں۔ اس روز جلیبیاں بکثرت بکتی ہیں۔ حرم شریف میں حنفی مصلی کے پیچھے مکلف فرش بچھایا جاتا ہے۔ شریف مکہ ار کمانڈر حجاز مع اسٹاف کے، لباس فاخرہ زرق برق پہنے ہوئے آکر موجود ہوتے ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی جائے ولادت پر جاکر تھوڑی دیر نعت شریف پڑھ کر واپس آتے ہیں۔

حرم شریف سے مولد النبی ﷺ تک دو رویہ لالٹینوں کی قطاریں روشن کی جاتی ہیں جائے ولادت اس روز بقعۂ نور بنی ہوتی ہے۔ جاتے وقت ان کے آگے مولود خواں نہایت خوش الحانی سے نعت شریف پڑھتے چلے جاتے ہیں۔

۱۱ ربیع الاول بعد از نماز عشاء حرم محترم میں محفل میلاد منعقد ہوتی ہے۔ ۲ بجے شب تک نعت، مولود اور ختم پڑھتے ہیں۔ اور اس رات مولد النبی پر مختلف جماعتیں جاکر نعت خوانی کرتی ہیں ـــــ ۱۱ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۲ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱ توپ سلامی کی قلعہ جیاد سے ترکی توپ خانہ سر کرتا ہے۔ ان دنوں میں اہل مکہ بہت جشن کرتے نعت پڑھتے اور کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں "۔

اہل مکہ کا یوم میلاد پر عید سے بھی بڑھ کر اہتمام

امام سخاوی اہل مکہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ یوم میلاد کے موقعہ پر عید سے بڑھ کر اہتمام کرتے ہیں اور تمام کے تمام مولد پاک کی زیارت کے لیے جاتے ہیں :

ترجمہ : اہل مکہ آپ کے مولد پاک جو تواتر کیساتھ ثابت ہے کہ سوق اللیل میں واقع ہے کی زیارت کے لیے اس امید پر جاتے ہیں کہ ان کے مقاصدہ حاصل ہوتے اور وہ عید کے دن سے بڑھ کر یوم میلاد کا اہتمام کرتے ہیں اور اس دن مولد کی زیارت کے لیے ہر کوئی آتا ہے۔ خواہ وہ صالح ہے یا طالح خواہ سعید ہے یا غیر سعید۔ (المولد الروی، ۲۸)

اہل مدینہ کے معمولات

اب تک آپ نے اہل مکہ کے معمولات ملاحظہ کیے اب اہل مدینہ کے معمولات ملاحظہ کیجئے۔

شیخ المحدثین حضرت ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ یوم میلاد پر مسلمانان عرب و عجم کے معمولات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

ترجمہ : اہل مدینہ (اللہ تعالیٰ انہیں مزید ترقی عطا فرمائے) اس موقعہ پر خوب محافل سجاتے ہیں۔ اور ان میں ذوق و شوق کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔ (المورد والروی۔ ۲۹)

کاش میں ربیع الاول کے ہر دن محفل سجاتا

آگے اسلاف کے معمولات ذکر کرتے ہوئے اس وقت کے عظیم مقتداء و پیشوا شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرحمٰن کے بارے میں لکھتے ہیں :

ترجمہ : جب وہ مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلاۃ میں السلام میں تھے تو وہ حضور ﷺ کا میلاد مناتے، لوگوں کو کھانا کھلاتے اور کہتے کاش مجھے اور قدرت ہو تو میں اس ماہ کے ہر دن ایسا اہتمام کروں۔

ملا علی قاری کا اپنا عمل

حضرت ملا علی قاری ان بزرگوں کا قول ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میرے مالی وسائل ایسے نہیں کہ میں اس موقعہ پر لوگوں کی مہمان نوازی کرسکوں مگر میں میلاد کے موضوع پر کتاب لکھ رہا ہوں تاکہ لوگ رہتی دنیا تک اس سے سیراب ہوتے رہیں۔

ترجمہ : میں (علی قاری) کہتا ہوں جب فقیر صورۃ مہمان نوازی سے عاجز ہے تو میں نے معنوی نورانی مہمان نوازی کے لیے یہ کتاب لکھ دی تاکہ روئے زمین پر یہ رہتی دنیا تک لوگ اس سے سیرات ہوں اور میں نے اس کا نام "میلاد نبوی پیاسے کے لیے سیرابی کا ذریعہ" رکھا ہے۔ (المورد الروی، ۳۲)

(☆المورد الروی از ملا علی قاری، مولد رسول اللہ از حافظ ابن کثیر اور مولد النبی از حافظ ابن حجر مرکز تحقیقات اسلامیہ ۲۰۵ شادمان لاہور سے شائع ہوگئی ہیں)۔

مدینہ منورہ میں محفل میلاد مسجد نبوی میں منعقد ہوتی

مفتی عنایت احمد کاکوروی اہل حرمین کے معمول کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"جناب رسول اللہ ﷺ کی بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف نبوی میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں بر مکان ولادت آنحضرت ﷺ۔ (تاریخ حبیب الہ، ۱۵)

۱۲۸۷ھ میں مسجد نبوی میں منعقدہ ایک محفل میلاد کی روداد

مولانا عبدالحق الہ آبادی اپنی کتاب "الد رالمنظم" میں لکھتے ہیں کہ ہم نے

اپنے شیخ و مرشد عمدۃ المفسرین و زبدۃ المحدثین شاہ عبدالعلی نقشبندی مجددی قدس سرہ' کو دیکھا :

ترجمہ : کہ حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی میں ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۷ ہجری کو مسجد نبوی شریف میں جو محفل منعقد ہوئی اس میں شریک ہوئے۔ یہ محفل صحن مسجد میں سجی تھی اس میں مختلف علماء جو منبر پر روضہ اطہر کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے' نے سرور عالم کے میلاد کے بارے میں بیان کیا۔ ولادت کے ذکر وقت قیام بھی ہوا۔ اس مبارک محفل کی کیفیات و احوال اور جو برکات ظہور پذیر ہوئیں ان کا بیان تقریر و تحریر کے احاطہ میں نہیں آسکتا۔ (الدر المنظم' ۱۱۳)

کیا محفل میلاد بدعت ہے ؟

کیا محفل میلاد بدعت ہے ؟

سابقہ گفتگو میں تفصیلا گذرا ہے کہ محفل میلاد' ذکر الٰہی اور ذکر رسول کا نام ہے جو اسلام کی تعلیمات کی نبیاد' خلاصہ اور ثمر ہے۔ اس کا حصہ بننے والے ہر ہر عمل کا تذکرہ کتاب و سنت کی نصوص میں موجود ہے اس کے بعد اسے بدعت یا اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دینا سخت زیادتی بلکہ اسلام پر تہمت لگانا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ اسے بدعت کہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ اس لیے اس پر گفتگو کرنا نہایت ضروری ہے سب سے پہلے ہم بدعت کا مفہوم واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس مفہوم کے مطابق پرکھ سکیں کہ محفل میلاد بدعت ہے یا نہیں ـــــ ؟

بدعت کا لغوی معنی

لغتہ بدعت کا معنی' نئی بات' نیا دستور یا رسم و رواج' نیا کام یا نئی چیز ہے۔ امام نووی بدعت کا لغوی معنی یوں بیان کرتے ہیں :

ترجمہ : ہر وہ چیز جو کسی سابق نمونہ کے بغیر ہو۔ (شرح مسلم النووی' ۱ : ۸۰۴)

(

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں :

ترجمہ : بدعت لغتہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال کے ایجاد کی گئی ہو۔ (فتح الباری، ۴ : ۲۱۹)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے :

ترجمہ : وہ آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونہ کے پیدا فرمانے والا ہے اور جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ "کن" کہتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے۔

یہاں لفظ بدعت لغوی معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ آسمان اور زمین کو پیدا فرما دیا۔

دوسرے مقام پر رسالتمآب ﷺ کو حکم ہوتا ہے۔

ترجمہ : فرما دیجئے میں نیا رسول نہیں ہوں۔

یعنی سابقہ رسولوں کی طرح ایک رسول ہوں۔ میری تعلیمات وہی ہیں جو سابقہ رسولان کرام کی تھیں۔

ایک اہم نکتہ

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب و سنت نے جس بدعت سے منع کیا ہے وہ بدعت لغوی نہیں بلکہ بدعت شرعی ہے کیونکہ کتاب و سنت میں جب کوئی بھی لفظ استعمال ہوتا ہے تو وہاں اس کا لغوی معنی نہیں بلکہ شرعی معنی مراد ہوتا ہے۔ مثلاً صلوٰۃ کے لغت میں متعدد معانی ہیں : دعا، آگ جلانا وغیرہ۔ مگر اس کا شرعی مفہوم ارکان مخصوصہ کی ادائیگی ہے۔ اسی طرح لفظ حج کا معنی قصد و ارادہ کے ہیں۔ مگر مراد اوقات مخصوصہ میں مقامات مخصوصہ پر ارکان مخصوصہ کا ادا کرنا ہے ایسے ہی جب لفظ بدعت اسلام نے استعمال کیا تو اس کا ایک مخصوص معنی و مفہوم ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس کا شرعی معنی بیان کریں۔

بدعت کا شرعی مفہوم

دین میں ہر وہ زیادتی یا کمی جس کا ثبوت شریعت سے نہ قولاً و فعلاً اور نہ صراحتہ و اشارۃ ہو اگر کسی عقیدہ و عمل پر شرعی دلیل موجود ہے تو وہ ہرگز بدعت قرار نہیں

پائے گا۔

احادیث سے ثبوت

اس معنی کا تعین خود رسالت ماب ﷺ نے فرما دیا ہے۔ مسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالتماب ﷺ نے فرمایا :

ترجمہ : جو بھی شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کریگا اور بعد میں جتنے لوگ اس پر عمل پیرا ہوں گے ان سب کا ثواب اسے بھی ملے گا اور عاملین کے ثواب میں کمی بھی نہ ہوگی اور جو شخص اسلام میں برا کام جاری کرے گا اس پر جو جو بعد میں عمل کرے گا اس کا گناہ بھی اسے ملے گا اور ان کے گناہ میں بھی کمی نہ ہوگی۔

(المسلم' ۱ : ۳۴۱)

دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

ترجمہ : جس نے کسی ہدایت و خیر کی طرف بلایا اس پر چلنے والوں کا اس کو اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کمی نہ ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی طرف بلایا اس پر چلنے والوں کا گناہ اسے ہوگا اور ان کے گناہ میں بھی کمی نہ کی جائے گی۔

(المسلم' ۱ : ۳۴۱)

ان احادیث مبارکہ کے الفاظ یہ اصول دے رہے ہیں جو کام روح اور فکر شریعت کے منافی نہ ہو وہ خیر ہے اور اسے جاری کرنا اور اس پر عمل کرنا خیر ہی خیر ہے اور جو کام روح شریعت کے منافی ہو اسے جاری کرنا اور اس پر عمل کرنا سراپا عذاب و وبال ہے۔

امام شامی نے ان احادیث کے تحت فرمایا :

ترجمہ : اہل علم نے فرمایا کہ ان احادیث میں اسلام کا بنیادی قاعدہ بیان ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو برائی ایجاد کرتا ہے اس برائی کا ارتکاب کرنے والے کا گناہ اس پر ہوگا اور ہر وہ شخص جس نے خیر کا کام ایجاد کیا اس پر چلنے والوں کا اجر قیامت تک اسے بھی ملے گا۔ (مقدمہ فتاوے شامی)

الغرض جو کام اصول و قواعد شریعت کے تحت ہے وہ جائز اور جو کام شریعت کے ضوابط و قواعد سے ٹکرا جائے وہ ناجائز ہوگا۔ بدعت کا یہی شرعی معنی آج تک اسلاف

کرتے آئے ہیں۔ چند عبارات ملاحظہ کیجئے۔

اسلاف امت اور بدعت کا مفہوم

۱۔ شیخ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں :

ترجمہ : بدعت سے مراد ہر وہ نیا کام ہے جس پر کوئی شرعی دلیل دلالت نہ کرے لیکن ہر وہ معاملہ جس پر دلیل شرعی دال ہو وہ شرعا بدعت نہیں اگرچہ وہ لغتہ بدعت ہو گا۔ (جامع العلوم والحکم، ۲۵۲)

امام بدر الدین عینی رسالت ماب ﷺ کے ارشاد "**شرالامور محدثا تھا**" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ **محدثہ** کی جمع ہے۔

ترجمہ : ہر وہ نیا معاملہ محدث ہوتا ہے جس کی کوئی اصل شریعت میں نہ ہو۔ شریعت میں اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ اور جس کی اصل شریعت میں ہو وہ کام بدعت نہیں ہو سکتا۔ (عمدۃ القاری)

حافظ ابن حجر خلاصہ گفتگو کے طور پر فرماتے ہیں :

ترجمہ : تحقیق یہ ہے کہ اگر نیا کام شریعت کی کسی پسند کے تحت داخل ہے تو وہ اچھا ہے اور اگر وہ شریعت کی ناپسندیدگی کے تحت آتا ہے تو وہ غیر پسندیدہ ہو گا۔
(فتح الباری، ۴ : ۲۱۹)

علامہ سعد الدین تفتازانی المتوفی ۷۹۲ "بدعت مذمومہ" کی تعریف یوں کرتے ہیں :

ترجمہ : ہر وہ نئی ایجاد بدعت ہوگی جو عہد صحابہ اور تابعین میں نہ ہوا اور نہ ہی اس پر کوئی شرعی دلیل دال ہو۔ (شرح مقاصد فی علم الکلام، ۲ : ۲۷۱)

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں ہر نئے کام کو قرون اولی یا شرعی اصولوں پر پیش کیا جائے گا :

ترجمہ : تین زمانوں کے بعد ہر نئے کام کو شرعی دلائل پر پیش کیا جائے گا اگر اس کی کوئی نظیر ان تین زمانوں میں ہوئی یا وہ کسی شرعی دلیل کے تحت ہوا تو ہو بدعت نہ ہو گا۔ کیونکہ بدعت اسے کہتے ہیں جو تین زمانوں میں نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی شرعی دلیل کے تحت ہو۔ (اقامتہ الحجتہ علی ان الاکثار فی التعبدلیس ببدعتہ، ۶)

مولانا محمد سرفراز خاں صفدر دیو بندی بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کے تحت لکھتے ہیں :

" بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ لغوی بدعت اور شرعی بدعت۔ لغوی بدعت ہر اس نو ایجاد کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی ہو۔ عام اس سے کہ وہ عبادت ہو یا عادت اور اس کی پانچ قسمیں ہیں : واجب' مندوب' حرام' مکروہ' مباح۔ اور شرعی بدعت وہ ہے جو قرون ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئی ہو اور اس پر قولاً' فعلاً' صراحتہ اور اشارۃً کسی طرح بھی شارع کی طرف سے اجازت موجود نہ ہو یہی وہ بدعت ہے جس کو بدعت ضلالتہ اور بدعت قبیحہ اور بدعت سیئہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو "۔

ترجمہ : بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک لغوی بدعت دوسری شرعی بدعت۔ لغوی بدعت ہر نو ایجاد کا نام ہے جو عادت اور ایسی بدعت کی پانچ قسمیں کی جاتی ہیں اور دوسری وہ بدعت ہے جو طاعت کی حد میں کسی مشروع امر پر زیادت (یا کمی) کی جائے مگر ہو قرون ثلاثہ کے ختم ہونے کے بعد اور زیادتی شارع کے اذن سے نہ ہو۔ نہ اس پر شارع کا قول موجود ہو اور نہ فعل نہ صراحت اور نہ اشارہ اور بدعت ضلالتہ سے یہی مراد ہے۔ (راہ سنت' ۹۹)

اب تک ہم نے بدعت پر جو گفتگو کی ہے اس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر وہ نیا کام جو شریعت کے اصولوں کے تحت ہو وہ جائز اور جس کام پر شریعت قولاً' فعلاً' صراحتہ یا اشارۃً دال نہ ہو وہ غلط اور ناجائز ہوتا ہے۔

بدعت کی جاہلانہ تعریف

بعض لوگ بدعت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ ہر وہ کام جو صحابہ کرام نے نہیں کیا وہ بدعت ہوگا۔ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ شریعت کے تحت ہے یا نہیں۔ اگرچہ سابقہ تمام تعریفات سے اس تعریف کا باطل و غلط ہونا واضح ہوچکا ہے مگر اس پر ہم اسلاف کی تصریحات ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جس میں انہوں نے ایسی تعریف کرنے والوں کو جاہل قرار دیا ہے۔ علامہ تفتازانی بدعت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ترجمہ : وہ لوگ جاہل ہیں جو ہر اس کام کو بدعت مذمومہ قرار دے دیتے ہیں جو

صحابہ کے دور میں نہ ہو اگرچہ اس کی قباحت پر کوئی دلیل شرعی نہ ہو اور ان کا استدلال حضور علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی سے ہے کہ محدثات سے بچو حالانکہ وہ جانتے نہیں کہ اس سے مراد کسی ایسی شے کو دین میں داخل کرنا ہے جو دین سے نہ تھی۔ (شرح المقاصد' ۲ : ۲۷۱)

مولانا عبدالحی لکھنوی اس تعریف کرنے والوں پر اور بدعت حسنہ کے نام پر ہر شے کو دین میں شامل کرنے پر یوں رونا روتے ہیں۔

ترجمہ : ہمارے دور کے علماء کا یہ وطیرہ نہایت ہی غلط ہے کہ ان میں دو فرقے ہیں ایک نے سنت کو صرف انہی معاملات تک منحصر کردیا ہے جو تین زمانوں میں ہو اور اس کے بعد کے معاملات کو بدعت و گمراہی کہا اور یہ غور کرنے کی زحمت نہیں کی کہ یہ معاملہ اصول شرع کے تحت آتا ہے یا نہیں بلکہ اس فرقہ میں کچھ ایسے بھی ہیں جو سنت کو سرور عالم ﷺ کی ظاہری حیات تک ہی محدود رکھتے ہیں اور صحابہ کے ایجاد کردہ طریقوں کو بھی وہ بدعت گردانتے ہیں اور دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے کہ وہ جو کچھ اپنے آباء واجداد سے منقول پاتے ہیں ان پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں اور اس طرح کئی بدعات سیئہ کو بدعات حسنہ میں شامل کرلیتے ہیں اگرچہ کوئی دلیل شرعی اس پر دال نہ ہو۔ (اقامتہ الحجتہ' ۷)

کیا ذکر رسول ﷺ شریعت کے اصولوں کے خلاف و منافی ہے ؟

آپ گذشتہ مباحث سے جان چکے ہیں کہ محفل میلاد ذکر رسول ﷺ سے عبارت ہے۔ اب ہم مخالفین سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا ذکر رسول ﷺ شرعی اصولوں کے خلاف و منافی ہے یا یہ شریعت کی بنیاد ہے ؟ کیا ذکر رسول ﷺ کے لئے شریعت میں قولاً' فعلاً' صراحتہ اور اشارۃً کوئی حکم نہیں ملتا ؟ جس ذات اقدس کے ذکر کو خود اللہ تعالیٰ اپنا وظیفہ بنائے' اس کے ذکر کو سب سے بلند فرمائے اس پر کسی شرعی دلیل کا نہ ملنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا صحابہ' تابعین کے دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں ؟ کیا **قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا** قرآنی نص نہیں ؟ کیا **واما بنعمتہ ربک فحدث** کا حکم امتیوں کے لیے نہیں ؟ **لقد من اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولا** کی اطلاع کس کے لیے ہے ؟ کیا آپ

ﷺ نے بروز پیر روزہ رکھ کر ہمیں کوئی تعلیم نہیں دی ؟

کیا احسان کا بدلہ یہی ہے کہ اس ذات کے ذکر پر کوئی شرعی دلیل دکھائی ہی نہ دے۔ ؟ کیا تحدیث نعمت یہی ہے کہ اس کے ذکر کی محفل کو ہی بدعت قرار دیا جائے۔ ؟ ہر امتی پر لازم ہے کہ غور کرے کہیں ضد میں آکر وہ قرآن و سنت کے خلاف تو نہیں کررہا۔

بدعت کا معنی واضع کرنے والوں کی رائے

جن لوگوں نے معنی بدعت متعین کیا اور ہم نے ان کے ذریعے ہی سمجھا' ذرا ملاخطہ کیجئے کہ ان کی محفل میلاد کے بارے میں کیا رائے ہے ؟ یاد رہے کہ ان کی یہ رائے ہیئت مخصوصہ (جلوس' کھانا وغیرہ پکانا) کے ساتھ محفل میلاد منعقد کرنے کے بارے میں ہے ورنہ ذکر رسول تو اسلام کی بنیاد ہے۔

امام حافظ ابو محمد عبدالرحمٰن شہاب الدین ابو شامہ مقدسی شافعی المتوفی ۶۶۵ (جو مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے) نے بدعت کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام " **الباعث علی انکار البدع والحوادث** " ہے جس میں انہوں نے بدعت کی نشاندہی کرتے ہوئے واضع کردیا ہے کہ محفل میلاد ہرگز ہرگز بدعت نہیں۔ اگر اسے بدعت کہنا ہی ہے تو بدعت حسنہ کہا جائے۔ ان کی عبارت مع ترجمہ درج ذیل ہے :

ترجمہ : ہمارے زمانے میں شہر اربل میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن جو صدقات' اظہار زینت اور خوشی کی جاتی ہے یہ بدعت حسنہ کے زمرے میں شامل ہے کیونکہ اس کے ذریعے فقراء کی خدمت کے علاوہ حضور ﷺ کی محبت' جلال اور تعظیم کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بصورت رحمتہ للعالمین جو عظیم نعمت عطا فرمائی اس پر شکریہ بھی ہے۔ (الباعث علی انکار البدع والحوادث ص ۱۳)

امام جلال الدین سیوطی شرح سنن ابن ماجہ میں فرماتے ہیں :

ترجمہ : درست یہ ہے کہ محافل میلاد بدعت حسنہ مستحبہ میں سے ہے بشرطیکہ وہ ممنوعات شرعیہ سے خالی ہوں۔ (سبل الھدے ۱ : ۴۴۵)

امام ظہیر الدین جعفر مصری لکھتے ہیں :

ترجمہ : محفل میلاد بدعت حسنہ ہے جب اس سے مقصد صالحین کا جمع کرنا، نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں درود و سلام اور فقراء مساکین کو کھانا کھلانا ہو۔ (سبل الھدے، ۱ : ۴۴۲)

پیچھے بھی مقتدر ائمہ کے حوالہ جات گزر چکے ہیں جب آٹھ سو سال پہلے ائمہ نے تحقیق کے بعد فرما دیا کہ یہ عمل خیر ہے۔ اسے گمراہی کہنا سراسر زیادتی ہے تو اس کے بعد مخالفت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

رہا یہ معاملہ کہ بعض اہل علم نے اسے بدعت مذمومہ کہا ہے تو آپ ان کی تصانیف کا مطالعہ کریں۔ انہوں نے محفل میلاد کو ہرگز برا نہیں کہا بلکہ جو غیر شرعی حرکات بعض جہلاء کی طرف سے اس میں شامل کردی جاتی ہیں، ان کو انہوں نے برا کہا ہے اور ایسا کہنا بالکل بجا اور ضروری ہے۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں —— افسوس صد افسوس اس دور کے علماء نے نفس ذکر ولادت کو بھی بدعت قرار دے دیا۔

۶ مخالفین امام ابن الحاج کو پڑھ لیں انہوں نے خرافات کا رد کیا ہے مگر یوم ولادت اور ماہ ربیع الاول کی تعظیم کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں :

ترجمہ : آپ ﷺ سے سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اس دن میری ولادت ہوئی۔ اس فرمان کے ذریعے آپ نے اس ماہ کا مقدس ہونا بیان فرمایا کیونکہ یوم ولادت اس کی فضیلت کو متضمن ہے۔ جس میں آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ اس ماہ کا خوب احترام کریں۔

——اس سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ جگہ اور وقت کی ذاتی فضیلت نہیں ہوتی بلکہ انہیں ان کے اندر حاصل ہونے والے معانی و واقعات کی وجہ سے فضیلت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اے قاری ! ذرا غور تو کر اس ماہ اور سوموار کو کیا فضیلت حاصل ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ نے حضور کی ولادت کے لیے مخصوص فرمایا۔

یوم میلاد النبی اہل اسلام کے لیے یقیناً عید سے بڑھ کر ہے!

س : عید میلاد النبی کے لیے لفظ "عید" کا استعمال ممنوع ہے کیونکہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحی۔ اگر عید ہے تو نماز کیوں نہیں ؟

ج : اب ہم اس سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں کہ اسے عید کا دن سمجھنا منع ہے۔ یہ بات بھی صراحتہ قرآن و سنت کے منافی ہے۔ خود قرآن و سنت میں عید الفطر اور عید الاضحی کے علاوہ بھی عید کا اطلاق موجود ہے کیونکہ عید کا معنی خوشی کا دن ہے اور مسلمانوں کے لیے آپ کی ولادت کے دن سے بڑھ کر کونسی عید (خوشی) ہوسکتی ہے ؟ قرآن مجید میں حضرت عیسی علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں منقول ہے۔

ترجمہ : اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے نعمتوں کا دستر خوان نازل فرما تاکہ وہ ہمارے لیے عید قرار پائے اور وہ تیری طرف سے نشانی بنے اور تو بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔

امام فخرالدین رازی آیت مذکورہ کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں :

ترجمہ : اے اللہ جس دن تو خوان نازل فرمائے گا اس دن کو ہم عید کا دن بنائیں گے۔ اس دن کی ہم بھی تعظیم کریں گے اور ہمارے بعد آنے والے بھی وہ خوان ان پر اتوار کو نازل ہوا چنانچہ نصارے نے اس دن کو اپنی عید کا دن قرار دے دیا۔

اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسی علیہ السلام اس دن کو اپنی تمام قوم کے لیے عید قرار دے رہے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت خوان کی صورت میں نازل ہوگی۔ آپ تصور کیجئے اس دن کے بارے میں جس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب

رحمتہ للعالمین اس کائنات میں تشریف فرما ہوئے وہ دن اگر عید کا نہیں تو کونسا دن عید کا ہوگا ؟ جب کہ باقی عیدیں اسی دن کے صدقے نصیب ہوئی ہیں۔

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول ۔ !

سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

اگر کوئی یہ کہہ کر بات ٹالنے کی کوشش کرے کہ یہ سابقہ امت کی بات ہے۔ جو ہمارے لیے قابل قبول نہیں۔ اگرچہ یہ بات بھی جہالت پر مبنی ہوگی۔ کیونکہ سابقہ امتوں کی وہ بات جو بغیر تردید کے اسلام نے بیان کی وہ ہمارے لیے حجت ہے۔ پھر بھی ہم یہاں سرور عالم ﷺ کے ارشادات کا تذکرہ کئے دیتے ہیں تاکہ کسی حیلے کی گنجائش ہی نہ رہے۔

یوم الجمعہ کو نبی اکرم ﷺ نے عید قرار دیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسالتماب ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

ترجمہ : جمعہ کا دن، عید ہے۔ لہٰذا تم اس عید کے دن روزہ نہ رکھو البتہ اس صورت میں جب اس سے پہلے یا بعد روزہ ہو۔ (المستدرک، ۱ : ۶۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے :

ایک دفعہ عید جمعہ کے روز ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا،

ترجمہ : آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں۔

مذکورہ حدیث پر شیخ عبدالقادر عطا امام ذہبی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

ترجمہ : یہ حدیث صحیح اور غریب ہے

حضرت ایاس بن ابی رملہ الشامی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو ان کے پاس حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا :

ترجمہ : کیا آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایسی دو عیدوں میں حاضر ہوئے ہیں جو ایک ہی دن میں ہوں ؟ انہوں نے کہا ہاں میں حاضر ہوا ہوں۔ پوچھا آپ نے

کیسے کیا تھا ؟ انہوں نے بتایا آپ ﷺ نے عید کی نماز ادا کی اور جمعہ میں رخصت عطا کی۔

امام حاکم اس روایت پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں :

ترجمہ : یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی اور اس کی تائید میں شرائط مسلم کے مطابق شاہد بھی موجود ہے۔

(المستدرک، کتاب الجمعہ)

امام ذہبی نے بھی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے امام حاکم کی تائید کی ہے۔

جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحی دونوں سے افضل ہے

جمعہ عید ہی نہیں بلکہ دونوں عیدوں (عید الفطر اور عید الاضحی) سے بھی افضل ہے۔ حضرت ابولبابہ بن عبدالمنزر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

ترجمہ : جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے ہاں تمام دن سے عظیم ہے اور یہ اللہ کے ہاں یوم الاضحی اور یوم الفطر دونوں سے افضل ہے۔

(مشکوۃ المصابیح، باب الجمعہ)

جمعہ کو یہ فضیلت کیوں ہے ؟

احادیث مبارکہ میں اس چیز کو بھی واضع کردیا گیا ہے کہ جمعہ کو یہ فضیلت اس لیے ملی ہے کہ اس میں عبادت الہٰی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ باقی دنوں میں دیگر ان اشیاء کو پیدا کیا گیا جن سے انسان استفادہ کرتا ہے اور اس روز خود انسان کو پیدا کیا گیا تو نعمت وجود (جو تمام نعمتوں کی اصل ہے) پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا زیادہ اہم ہے لہٰذا اس روز کی عبادت بھی دوسرے ایام سے اولیٰ ہوگی۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت ماب ﷺ نے فضیلت جمعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا :

ترجمہ : تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی میں ان کا وصال ہوا۔

(ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

ترجمہ : جمعہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ترجمہ : اس میں تمہارے باپ آدم کا خمیر تیار ہوا یعنی تخلیق ہوئی، اسی میں قیامت برپا ہوگی اور اسی میں دوبارہ اٹھایا جائے گا اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں اللہ تعالی دعا قبول فرماتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح بحوالہ مسند احمد)

قارئین ! آپ نے ملاحظہ کیا جس دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ وہ دن تمام ایام حتی کہ دونوں عیدوں سے بھی افضل قرار پاگیا۔ پھر اس میں ہمیشہ ایک گھڑی ایسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ مسلمان کی دعا قبول فرما لیتا ہے ظاہر ہے وہ گھڑی وہی ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ تو آپ خود غور فرمالیں اس دن اور ساعت کا کیا عالم و مرتبہ ہوگا جس میں تمام اولین و آخرین کے سردار کی تشریف آوری ہوئی۔

دل آفروز ساعت میں دعا کی مقبولیت کا عالم کیا ہوگا ؟

امام ابن الحاج جمعہ کے بارے میں یہ بیان کرکے کہ جس گھڑی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اس میں مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ اس گھڑی میں دعا کی مقبولیت کا کیا عالم ہوگا جس میں اللہ کے حبیب اور فخر آدم کی تشریف آوری ہوئی۔

ترجمہ : بلاشبہ جس نے وہ ساعت پائی جس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور اس نے اللہ تعالی سے دعا کی تو وہ اپنی مراد پانے میں ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ جب وہ ساعت جمعہ جسے تخلیق آدم کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی اس میں دعا مقبول ہوتی ہے تو کیا عالم ہوگا اس ساعت کا جس میں اولین و آخرین کے سردار کی تشریف آوری ہوئی۔

اس کے بعد یوم میلاد اور یوم جمعہ کے درمیان ایک اور نمایاں فرق بیان کرتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں حضرت آدم کی تخلیق بھی ہے۔
ترجمہ : اور اسی دن آپ کو زمین پر اتارا گیا اور اسی میں قیامت برپا ہوگی مگر سوموار کا دن تو سراپا اور تمام کا تمام خیر و امن کا پیغام ہی ہے۔
(المدخل، ۲ : ۳۰)

یوم عرفہ عید کا دن ہے

اسلام میں عید الفطر، عید الاضحی اور جمعہ کے علاوہ یوم عرفہ (نو ذوالحج جس دن حجاج میدان عرفات میں قیام کرتے ہیں) کو بھی قرار دیا گیا ہے۔
ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی الیوم اکملت لکم دینکم ----- تو پاس بیٹھے ہوئے ایک یہودی نے کہا :
ترجمہ : اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے والے دن کو عید بنا لیتے۔
آپ نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا تم تو ایک عید مناتے،
ترجمہ : ہمارے یہاں یہ آیت نازل ہوئی تو اس دن ہماری دو عیدوں کا اجتماع تھا ایک جمعہ کا دن اور دوسرا عرفہ کا دن۔ (الترمذی سورۃ المائدہ)
امام خازن نے اس مقام پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس دن پانچ عیدیں جمع تھیں۔ (لباب التاویل، ۱ : ۴۱۴)
بخاری شریف میں یہی واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو اس دن کو ہم عید قرار دیتے۔ آپ نے فرمایا وہ کونسی آیت ہے وہ کہنے لگا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ آپ نے فرمایا :
ترجمہ : ہم بھی اس دن اور اس جگہ سے آگاہ ہیں جہاں یہ آیت ہمارے آقا پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ کھڑے تھے۔ عرفات کا مقام تھا اور جمعہ کا دن تھا۔
(بخاری - کتاب الایمان)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جواب کا ترجمہ امام عینی رحمتہ اللہ تعالی علیہ اور

امام نووی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو :
ترجمہ : کہ ہم بھی اس جگہ اور دن کی تعظیم کرتے ہیں کیونکہ وہ جگہ عرفات ہے وہاں حج کا سب سے بڑا رکن ادا ہوتا ہے اور وقت وہ جمعہ اور دن عرفہ کا تھا' اس میں دو عظمتیں جمع ہوگئیں اور ان میں سے ہر ایک کی تعظیم مسلمان کا فریضہ ہے اور جب دونوں کا اجتماع ہوگیا تو تعظیم میں اور اضافہ ہوگیا۔ تو ہم نے یقیناً اس دن کو عید بنایا ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری' ۱ : ۲۶۴)

جب ہر جمعہ عید ہے تو ایک ماہ میں چار پانچ عیدیں آتی ہیں جن میں مسلمان خوشی کا اظہار کرتے ہیں اس کے باوجود آپ کا تیسری عید کے انکار پر اصرار ہے تو آپ کو کون مجبور کرسکتا ہے۔ مگر یہ سوال تو کیا جاسکتا ہے کہ ایک آیت نازل ہو تو وہاں دو یا پانچ عیدیں جمع ہوجائیں تو شرک اور بدعت نہیں اور صاحب قرآن تشریف لائیں اور ان کی تشریف آوری کو عید قرار دیا جائے تو فی الفور ذہن شرک و بدعت کی طرف متوجہ ہوجائے۔ تو اس پر دعوت فکر ضرور دیجاتی ہے۔

ایام تشریق بھی عید ہیں

رسالت مآب ﷺ نے یہاں یوم جمعہ' یوم عرفہ' یوم النحر اور یوم الاضحی کو عید کہا وہاں آپ نے ایام تشریق کو بھی عید فرمایا :

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

ترجمہ : عرفہ کا دن قربانی کا دن اور تشریق کے دن ہمارے عید کے دن ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ (المستدرک' ۱ : ۶۰۰)

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ متعدد ائمہ خصوصاً امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق کے مطابق جمعہ کی رات لیلتہ القدر سے افضل ہے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ اس رات نبی اکرم کا نور مبارک اپنی والدہ ماجدہ کے رحم میں منتقل ہوا تھا۔

شیخ فتح اللہ بنانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول

ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں :

ترجمہ : جمعہ کی رات لیلتہ القدر سے اس لیے افضل ہے کہ اس رات سرور عالم ﷺ کا مقدس و مطہر نور آپ کی والدہ ماجدہ کے رحم مبارک میں جلوہ افروز ہوا۔ (مولد خیر خلق اللہ : ۱۵۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

ترجمہ : امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالی علیہ سے منقول ہے کہ شب جمعہ' شب قدر سے افضل ہے کیونکہ جمعہ کی رات سرور عالم ﷺ کا وہ نور پاک اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مبارک رحم میں منتقل ہوا جو دنیا و آخرت میں ایسی برکات و خیرات کا سبب ہے جو کسی گنتی و شمار میں نہیں آسکتا۔

(اشعتہ اللمعات' ۱ : ۵۷۷)

اشرف تھانوی نے بھی شیخ ہی کے حوالے سے لکھا۔

"کہ امام احمد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا شب جمعہ کا مرتبہ لیلتہ القدر سے بھی زیادہ ہے بعض وجوہ سے اس لیے کہ اس شب میں رسول عالم ﷺ اپنی والدہ کے شکم طاہر میں جلوہ افروز ہوئے اور حضرت کا تشریف لانا اس قدر خیر و برکت دنیا و آخرت کا سبب ہوا۔ جس کا شمار و حساب کوئی نہیں کرسکتا۔ (جمعہ کے فضائل و احکام' ۴)

جب جمعہ کی رات جس میں نور مصطفوی ﷺ رحم مادر میں منتقل ہو رہا ہے وہ شب قدر سے افضل ہے تو اس دن کی فضیلت کا عالم کیا ہوگا جس دن وہ نور مبارک آپ کے وجود مسعود کی صورت مین دنیا میں ظہور پذیر ہوا کیا اسے عید سے بھی افضل قرار نہیں دیں گے۔

یوم میلاد کے لیے "عید" کی اصطلاح اسلاف میں موجود تھی

اس دن کو عید (خوشی کا دن) قرار دینا' پاکستانیوں نے ہی شروع نہیں کیا بلکہ اسلاف میں بھی یہ اصطلاح موجود تھی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالی علیہ مالکی بزرگ شیخ ابو الطیب محمد بن ابراہیم البستی المتوفی ۶۹۵ھ کے حوالے سے لکھتے ہیں وہ بارہ ربیع الاول کو ایک

مدرسہ کے پاس سے گذرے تو وہاں کے انچاج کو مخاطب کرکے فرمایا :
ترجمہ : اے فقیہ آج خوشی کا دن ہے لہٰذا بچوں کو چھٹی دے دو۔
(الحاوی للفتاوی، ۱ : ۱۹۷)

امام قسطلانی شارح بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۹۲۳ھ ربیع الاول میں امت مسلمہ کے معمولات محافل میلاد کا انعقاد، صدقہ و خیرات کرنا، تذکرہ ولادت نبوی اور اس کی برکات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں :
ترجمہ : اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو سلامت رکھے جس نے آپ کی میلاد کے مہینے کی راتوں کو عید مناکر ہر اس شخص پر شدت کی جس کے دل میں (مخالفت کا) مرض ہے۔ (المواہب اللدنیہ، ۱ : ۱۴۸)

شیخ فتح اللہ بنانی مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لیلتہ المیلاد کی عظمت کو واضع کرتے ہوئے اسلاف کا یہ قول نقل کرتے ہیں :
ترجمہ : اس دن کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا کی لہٰذا امت پر لازم ہے کہ وہ اس رات کو سب سے بڑی عید کے طور پر منائیں۔ (مولد خیر خلق اللہ : ۱۶۵)

باقی رہا یہ سوال کہ اگر یہ عید ہے تو اس دن میں اضافی عبادت کیوں نہیں ؟ اس پر بھی محبت و ادب رسول میں ڈوب کر غور کیا جاتا تو جواب مل جاتا۔ ہمارے مطالعہ کے مطابق اس سوال کا جواب محدثین و مفسرین نے کتاب و سنت کی روشنی میں سات سو سال پہلے دے دیا تھا۔ مگر معترضین کی نگاہوں سے اوجھل رہا یا اسے قابل توجہ ہی نہیں سمجھا۔

یہاں اکے دو متفقہ اور مسلمہ بزرگوں کی تصریحات ذکر کررہے ہیں :

۱ - امام ابن الحاج المتوفی ۷۳۷ھ ماہ ربیع الاول کی عظمت و شان اور اس میں خلاف شرع امور پر تنبیہہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ نے سید الاولین و آخرین کی صورت میں ہمیں جس عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ اس پر ضروری تھا کہ بطور شکر ہم پر کوئی عبادت لازم قرار دی جاتی مگر یہ رحمت مصطفوی ﷺ کا صدقہ ہے کہ ہمیں اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا۔

ترجمہ : اس کی وجہ امت پر نبی اکرم ﷺ کی رحمت و شفقت ہے اسی لیے آپ بہت سے معاملات کو ترک کر دیتے تھے کہ کہیں امت پر لازم نہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی شفقت کا تذکرہ قرآن میں یوں کیا ہے کہ آپ مومنین پر نہایت ہی مہربان اور رحیم ہیں۔ (المدخل، ۲ : ۲)

اس کے بعد خود مذکورہ سوال ذکر کرتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہوئے اپنی سابقہ عبارت کا حوالہ دیتے ہیں۔ سوال و جواب امام صاحب کی زبانی ملاحظہ کیجئے :

ترجمہ : اگر کوئی یہ سوال اٹھائے کہ جمعہ کے دن تو نماز جمعہ اور خطبہ وغیرہ لازم ہے اگر یہ اس سے افضل ہے تو اس میں کوئی اضافی عبادت کیوں نہیں ؟ اس کا جواب وہی ہے جو گذر چکا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت پر تخفیف فرماتے ہوئے اس دن میں کسی عبادت کا اضافہ نہیں کیا اور نہ امت کو مکلف بنایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جب اس مبارک دن میں آپ کی ذات اقدس کو وجود بخشا تو آپ کے اکرام و احترام کی خاطر امت پر تخفیف فرماتے ہوئے کسی اضافی عمل کو لازم نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک وجود کو سراپا رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا اے حبیب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے آپ کی یہ رحمت تمام مخلوق کے لیے عمومی اور اپنی امت کے لیے خصوصی ہے۔ آپ کی رحمتوں اور شفقتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی ولادت کے دن اللہ تعالیٰ نے کسی اضافی عبادت کا حکم نہیں دیا۔ (المدخل، ۲ : ۳۰)

۲ ۔ امام احمد قسطلانی المتوفی ۹۲۳ لیلۃ المیلاد کی فضیلت اور اسی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

ترجمہ : وہ جمعہ کا دن جس میں آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس میں ایک خصوصی گھڑی ہے جس میں کوئی مسلمان جس شئے کی دعا کرے وہ اسے عطا کی جاتی ہے تو اس گھڑی کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا جس میں تمام رسولوں کے سردار کی تشریف آوری ہوئی اور یوم میلاد میں یوم جمعہ کی طرح جمعہ یا خطبہ وغیرہ لازم نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے وجود رحمت کے اکرام کی وجہ سے امت پر تخفیف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اسی رحمت کا ایک

اظہار یہ بھی ہے کہ کسی عبادوت کا مکلف نہیں بنایا۔

(المواہب اللدنیہ' ۱ : ۱۴۲)

اس دن کے شایان شان کوئی لفظ ہی نہیں

اب تک جو حوالہ جات ہم نے دیئے ان سے واضع ہو جاتا ہے کہ آپ کا یوم ولادت تمام ایام سے عظیم تر ہے۔ کوئی جمعہ اور عید اس کے ہم پلہ نہیں۔ اگر ہم اس عظمت کا لحاظ کریں تو لفظ عید بھی اس کے شایان شان نہیں۔ چونکہ اس سے بڑھ کر ہمارے پاس کوئی لفظ ہی نہیں لہٰذا عید کا ہی اطلاق کر دیتے ہیں۔ کیا ہی خوب کہا شیخ محمد علوی مالکی نے کہ عید کی خوشیاں آتی ہیں گزر جاتی ہیں مگر آپ کی آمد سے مخلوق خدا کو جو خوشی (عید) نصیب ہوئی وہ ختم ہونے والی ہی نہیں بلکہ وہ دائمی ہے۔

ترجمہ : ہم یوم ولادت مصطفوی کو عید کا نام نہیں دیتے کیونکہ اس کا درجہ تو عید سے کہیں بلند ہے۔ اسلام میں جو دو عیدیں ہیں عید الفطر اور عید الاضحی۔ اور وہ دونوں سال میں ایک ہی دفعہ آتی ہیں لیکن آپ کا ذکر مبارک اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ سال میں ایک دفعہ ہی ہو ہرگز مناسب نہیں بلکہ ہر مسلمان کو تمام عمر آپ کے ذکر و فکر' محبت' سنت پر عمل اور آپ کے ساتھ تعلق میں بسر کرنی چاہیئے۔

(المور دالروی' ۳۲)

اگر یہ گفتگو پیش نظر رہے تو بہت سے معاملات از خود حل ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ذکر خیر ہر حال میں باعث برکت و سعادت ہے۔ جس امتی کو یہ نصیب ہو جائے اس پر اللہ کا فضل و احسان ہے۔

لیکن محافل میلاد منعقد کرنے والوں کا یہ فریضہ ہے کہ ایسی مبارک محافل کو غیر شرعی حرکات سے محفوظ رکھیں تاکہ کسی بد عملی کی وجہ سے اللہ کے پیارے محبوب کے ذکر کی محفل پر حرف نہ آئے اور مخالفت کرنے والوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ برائیوں کے خلاف ضرور آواز اٹھائیں لیکن محفل میلاد کو مخالفت کا موضوع نہ بنائیں کیونکہ یہ سراسر ذکر نبوی ہے جو اللہ تعالی کو نہایت ہی پسند ہے اللہ تعالی ہمیں اعتدال کی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔

امین بجاہ سید المرسلین !